الصلوٰۃ والسلام علیک وعلیٰ آلک واصحابک یاسیدی یارسول اللہ
ماہنامہ
اہلسنت
گجرات پاکستان
چیف ایڈیٹر محمد مسعود قادری
INTERNATIONAL
رجب المرجب 1437ھ مئی 2016ء
درس قرآن
تحدیثِ نعمت
حضرت مسعودِ ملت الحاج پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
شرح سلام رضا
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
مولانا شہزاد احمد مجددی چوراہی
درس حدیث
معراجِ مصطفیٰ ﷺ
رئیس العلماء حضرت علامہ قاضی غلام محمود ہزاروی علیہ الرحمۃ
شمائل ترمذی
باب ما جاء فی نعل رسول اللہ ﷺ
اشرف العلماء والمشائخ خواجہ پیر مفتی محمد اشرف القادری محدث نیک آبادی
لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے
ابو وہیب ظفر علی سیالوی
راہِ حق میں مشکلات
حافظ محمد عمران
ایڈیٹر محمد جمیل اعظمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ

ھُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُہٗ
لِکُلِّ ھَوْلٍ مِّنَ الْاَھْوَالِ مُقْتَحِمٖ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ
وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمٖ

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِکَ الدُّنْیَا وَضَرَّتَھَا
وَمِنْ عُلُوْمِکَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمٖ

صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمْ

علم و تحقیق کا شاہکار شاندار مجلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک وعلیٰ آلک واصحابک سیدی یارسول اللہ

ماہنامہ اہلسنت گجرات پاکستان

INTERNATIONAL

رجب المرجب 1437ھ، بمطابق مئی 2016ء

تحفظِ مقامِ مصطفیٰ کا نقیب
اور
نفاذِ نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا علمبردار

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

حسنِ ترتیب

قیمت فی شمارہ	زرِ سالانہ	U.K.	U.S.A
30 روپے	360 روپے	20 پاؤنڈ سالانہ	40 ڈالر سالانہ

عرب امارات
100 درہم سالانہ

پبلشر محمد مسعود قادری پرنٹر سلیمان تیمور مقامِ اشاعت الجامعۃ الاشرفیہ علی مسجد مرکزی گجرات

خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتہ: دفتر ماہنامہ "اہلسنت" الجامعۃ الاشرفیہ علی مسجد مرکزی گجرات

mkhalidqadiri@gmail.com

میں تو جب ڈوبنے جاؤں، وہ بچانے آئے
بھول کر بھی جو گروں، مجھ کو اٹھانے آئے

جب بھی حالات کٹھن سخت زمانے آئے
اس کو سوچا تو سکوں خواب سہانے آئے

چھوڑ دیتا ہے کبھی اور تڑپ کی خاطر
دل سلگ اٹھے تو رحمت کو بہانے آئے

اپنی تخلیق بگڑنے نہیں دیتا ، ہر دم
حسنِ تازہ میں نئے رنگ بسانے آئے

میں کسی اور چلا ساتھ رہا ہے میرے
راہ بھولوں تو مجھے راہ دکھانے آئے

رات بھر ہوتے رہے درد کے خلعت تقسیم
کون جاگا ہے، کسے ہاتھ خزانے آئے

اُس کی دہلیز سے قائم رہی نسبت، کعبیؔ
جب بھی اُٹھے سرِ تسلیم جھکانے آئے

(جلّ جلالہٗ)

کرتا ہے دل یہ تجھ سے مناجات یا نبی
مجھ پر کرم کی تیرے ہو برسات یا نبی

دنیا کی مشکلوں سے پریشاں نہ ہو کبھی
پیشِ نظر ہے جس کے، تری ذات یا نبی

چشمِ کرم سے اس کو ہے سلطاں بنا دیا
جس پر ہوئی ہیں تیری عنایات یا نبی

گر لیجیے شمار اِنھی میں مرا، حضور
کرتے ہیں جو ثنا تری دن رات یا نبی

دل میں تری ثنا ہو لبوں پر درود ہو
اسوہ ترا ہو شمعِ خیالات یا نبی

سورج کو تو نے پلٹا تو مہتاب کو دو لخت
تسلیم تیرے وصف و کمالات یا نبی

کعبیؔ کی میرے آقا یہی آرزو ہے بس
ہو جائے تجھ سے ایک ملاقات یا نبی

(صلی اللہ علیہ وسلم)

پروفیسر منیر الحق کعبیؔ

اداریہ

عالمی اسلامی نیوز ایجنسی کا قیام

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

آج کا دور بلاشبہ ابلاغ کا دور ہے اور ابلاغ کی اہمیت آئندہ چند برسوں میں آج کے مقابلے میں کئی گنا بڑھ جائے گی اور کچھ عجیب نہیں کہ آئندہ بہت سارے فیصلے میدانوں اور مذاکرات کی میزوں کی بجائے ابلاغ کے مراکز میں بیٹھ کر ہوں اور دنیا خود بخود ان فیصلوں کو مانتی اور اپنے اوپر نافذ کرتی چلی جائے، ابلاغ کی اس قوت اور کثرت نے شرق و غرب اور عرب و عجم کے فاصلے سمیٹ کر کرۂ انسانی کو ایک ''عالمی گاؤں'' میں بدل دیا جاتا ہے۔ آج کی خبر ''آج'' ''بلکہ ''ابھی'' کا سکہ رواں ہے۔ خبر رسانی کی یہ تیز رفتاری افکار خیالات کو مرتب اور منتشر کرنے میں بڑا اہم کردار ادا کر رہی ہے۔ دنیا کا منظر بنانے اور بگاڑنے میں اس کا بڑا ہاتھ ہے۔ رائے عامہ کو موافق اور مخالف کرنے میں اسے کمال حاصل ہوگیا۔ سائنسی ایجادات، علمی خیالات، فکری انکشافات اور سیاسی حالات کو بیک وقت ایشا سے یورپ، اور امریکہ سے افریقہ منتقل کرنے میں سب سے زیادہ حصہ خبر رسانی کی اس جدید، منظم اور مربوط ٹیکنیک کا ہے جوں جوں ابلاغ اور عالمی رابطے کی ضرورت بڑھی تو اس نظام کا باقاعدہ اور موثر بنانے کیلئے کئی نیوز ایجنسی کے قیام کا خیال پختہ ہونے لگا جس کے نتیجے میں ۱۹۲۲ء میں پہلی باضابطہ نیوز ایجنسی قائم ہوئی اور پھر عالمی سطح کی کئی خبر رساں ایجنسیاں معرض وجود میں آگئیں۔

کسی زمانے میں ہدہد نے پلک جھپکنے میں تخت بلقیس کو دربار سلیمانی میں حاضر کیا تھا۔ آج نیوز ایجنسیاں اب انتہائی طاقتور، منظم اور موثر اداروں کی شکل اختیار کر گئی ہیں۔ رائٹر، اے ایف پی اور اے پی جیسے عالمی ادارے ''خبر کی دنیا'' پر پوری طرح حاوی ہیں۔ عالم اسلام جہاں دیگر میدانوں میں بہت پیچھے ہے، وہاں وہ خبر اور ابلاغ کے حوالے سے بھی بہت پچھلی صفوں میں نظر آتا ہے۔

اس وقت صورتحال یہ ہے کہ عالمی ابلاغیاتی ادارے جس طرح اسلامی افکار و تعلیمات کو دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں، عالم اسلام کی پالیسیوں اور رویوں کو جس انداز میں بیان کیا جا رہا ہے اور مسلم دنیا کے بارے میں جس مکروہ تاثر کو ایک خاص زاویے سے اور مبہم کے انداز میں نشر کیا جا رہا ہے، اس ناقابل رشک تصویر کشی پر مسلمانوں کا احتجاج بجا تو ہے لیکن محض احتجاج، مسئلے کا حل اور دکھ کا مداوا نہیں۔ اس پروپیگنڈے کا ازالہ صرف ایک ہی صورت میں ممکن ہے کہ ایک آزاد، خود مختار، ذمہ دار اور واضح وژن رکھنے والی ''نیوز ایجنسی'' قائم کی جائے اور وہ پوری ملت اسلامیہ کے احوال و افکار اور مسائل و معاملات کی ترجمان ہو۔ (افکار عزیزی)

آخری قسط

تحدیثِ نعمت

حضرت مسعودِ ملت الحاج پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

----گذشتہ سے پیوستہ----

اب جب آپ حضرات کے یہ ذہن نشین ہو چکا ہے کہ بدعات پانچ قسم کی ہیں:

بدعت واجبہ، بدعت مستحبہ، بدعت محرمہ، بدعت مکروہہ، بدعت مباحہ تو اب آپ اس مجلس کے متعلق غور فرمائیں کہ ان بدعات میں سے کس بدعت کے افراد میں داخل ہے؟ تو ظاہر ہے کہ اوامر نواہی سے یہ کسی کا مقابلہ نہیں کر رہی تو کم از کم یہ مجلس بدعت مباحہ تو یقینی ہے، جس کے حکم کا مدار نیت پر ہے، اگر کچھ نیت نہ ہو تو نہ باعث ثواب ہے نہ موجب عقاب اور اچھی نیت سے کیا جائے تو باعث ثواب، اور بری نیت سے کیا جائے تو باعث گرفت، لیکن نہیں مجھے کہنے دیجئے کہ یہ بدعت مستحبہ ہے جس کا فاعل مستحق ثواب ہوتا ہے اسلئے کہ ثابت کیا جا چکا کہ یہ ذکر سنت ہے خود حضور کی، دوسرے انبیاء کی، صحابہ کی اور دوسرے صلحاء کی---- اور یہ مجلس اسی سنت کی تکمیل کر رہی ہے اور جو شے فعل سنت کو تکمیل کا باعث ہو وہ سنت مستحبہ ہوتی ہے تو ضرور یہ مجلس ہوئی، اب جب یہ ثابت ہو گیا کہ بدعت کے پانچوں اقسام میں سے یہ مجلس بدعت مستحبہ ہے تو اس کے خلاف کا اعتقاد رکھنے والا اور اس کو بدعت سیئہ محرمہ یا مکروہہ کا اعتقاد رکھنے والا بدعتی قرار پائے گا اس لئے کہ بدعتی اسی کو کہتے ہیں جو کسی شے پر احکام شرعیہ سے جو حکم ثابت ہو اس کے خلاف کا اعتقاد رکھتا ہو چنانچہ "درمختار" میں ہے:

"وَھِیَ اِعْتِقَادُ خِلَافِ الْمَعْرُوْفِ عَنِ الرَّسُوْلِ لَا بِمُعَانَدَۃٍ بَلْ بِنَوْعِ شُبْھَۃٍ"۔

یعنی بدعت اس حکم کے خلاف کا اعتقاد کرنا ہے جو کسی شے پر رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے جبکہ کسی شبہ کی بنا پر ہو عناد کی بنا پر نہ ہو کہ عناد کی بنا پر ہو تو ایسا اعتقاد کفر ہے۔

پس اس سے ثابت ہوا کہ جو لوگ اس فعل مستحب کو بدعت کہتے ہیں حقیقت میں وہی بدعتی ہیں، ایسے لوگوں کو اس برے اعتقاد سے توبہ کرنا چاہئے، قطع نظر اس کے ایسا خیال بدعت ہے لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کی اذیت کا بھی باعث ہے خصوصاً ان بڑے بڑے محدثین اور جلیل القدر علمائے عظام کی ارواح طیبہ کی اذیت کا موجب ہے جن کے مقابل اس زمانے میں کا بڑے سے بڑا عالم بھی طفل مکتب کی حیثیت رکھتا ہے۔

بتلانا یہ ہے کہ عرس اور مولود شریف کا ایسا مسئلہ نہیں جو اس زمانے کی پیداوار ہو بلکہ تقریباً آٹھ سو سال سے متقدمین مولود شریف کے جواز اور استحباب پر متفق ہیں تو اس کو بدعت و حرام کہنا ان ہزار ہا جلیل القدر حضرات پر طعن کرنا ہے جو گناہِ عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس گناہ سے محفوظ رکھے۔

رہا یہ خدشہ کہ جب حضور اور صحابہ کے زمانے میں ایسی مجالس نہیں ہوتی تھیں تو پھر ایسی مجالس کی ترویج کیوں کی گئی؟ ----تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسے افعال کیلئے ضرورتیں مجبور کرتی ہیں، جس طرح قرآن کی عبارات پر اعراب نہ تھے جب یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ عجمی لوگ اسے کیسے پڑھ سکیں گے، تو اعراب لگائے گئے، احادیث نہ لکھی جاتی تھیں بلکہ لکھنے کی ممانعت تھیں لیکن جب یہ دیکھا کہ اب لوگوں کے حافظے ضعیف ہو گئے ہیں تو احادیث لکھی گئیں، اسی طرح بکثرت ایسی چیزیں پائیں

گے جن کا وجود قرن اوّل میں نہ تھا بعد میں بضرورت نکالی گئیں، یہی اس کا حال سمجھئے کہ پچھلے زمانے میں شوق تھا اور علماء کی مجالس میں جا کر حضور کے فضائل ومناقب اور آپ کی ولادت کے واقعات سن کر اپنے ایمان کو تازہ کرتے اور آپ کیساتھ محبت کو ترقی دیتے تھے جو مولیٰ تعالیٰ کو مطلوب تھا لیکن جب دیکھا کہ مسلمانوں کے اس شوق میں کمی آگئی، حالانکہ اسکی سخت ضرورت ہے تو اس کو دیکھتے ہوئے سب سے پہلے اس کارِ خیر کی ابتداء شہر موصل میں حضرت عمر بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے جو اکابرین صلحاء سے تھے، کی جیسا کہ علامہ ابوشمامہ نے لکھاہے اسکے بعد بادشاہوں میں سے اوّل بادشاہ ابوسعید مظفر نے مولود شریف تخصیص وتعین کے ساتھ اس شان کے ساتھ کیا کہ اکابرین کا جواز واستحباب پر اتفاق ہوگیا تھا، یہ بادشاہ ہر سال ربیع الاوّل شریف میں تین لاکھ اشرفیاں لگا کر یہ محفل کیا کرتا تھا، اسکے زمانے میں ایک عالم حافظ ابوالخطاب بن وجیہ تھے جس کے علم کی علامہ زرقانی وغیرہ نے اپنی تصانیف میں بڑی تعریف کی ہے، انہوں نے سلطان ابوسعید کے لئے بیان مولود شریف میں ایک کتاب مسمی بہ ''کتاب التنویر فی مولد سراج المنیر'' تصنیف کی جس کو خود ہی سلطان کے سامنے پڑھا، سلطان بہت خوش ہوا اور آپ کو ایک ہزار اشرفی انعام میں دی، اسکے بعد تو دنیا کے تمام اطراف وبلاد میں ماہ ربیع الاوّل میں مولود شریف کی محفلیں ہونے لگیں جس کی برکت سے مولائے کریم کا فضل عمیم ظاہر ہونے لگا، چنانچہ ملا علی قاری اور علامہ حلبی اور قسطلانی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ نقل فرماتے ہیں:

''ثُمَّ لَا زَالَ اَهْلُ الْاِسْلَامِ فِیْ سَائِرِ الْاَقْطَارِ وَالْمُدُنِ الْكِبَارِ يَتَحَفَّلُوْنَ فِیْ شَهْرِ مَوْلِدِهٖ وَيَعْتَنُوْنَ بِقِرَاءَةِ مَوْلِدِ الْكَرِيْمِ يَظْهَرُ عَلَيْهِمْ من بر كاته كل فضل عميم۔''

اس عبارت کا وہی مطلب ہے جو میں نے عرض کیا۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ ''ماثبت من السنۃ'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''ابولہب نے اپنی لونڈی ثویبہ کو اس صلے میں آزاد کر دیا تھا کہ اس نے اس کو سرورِ عالم ﷺ کی پیدائش کی خبر دی تھی تو ابولہب کے مرنے کے بعد کسی نے اس کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا کہ:

''کہو کیا حال ہے؟''

بولا:

''آگ میں ہوں۔ البتہ اتنا کرم ہے کہ ہر پیر کی رات مجھ پر تخفیف کردی جاتی ہے اور اشارہ سے بتلایا کہ اپنی دو انگلیوں سے پانی چوس لیتا ہوں اور یہ مجھ پر یوں عنایت ہے کہ مجھے ثویبہ نے نبی اکرم ﷺ کی پیدائش کی خبر دی تھی تو اس بشارت کی خوشی میں میں نے ان دو انگلیوں کے اشارے سے اسے آزاد کر دیا تھا اور اس نے پھر حضور کو دودھ پلایا تھا۔''

پھر شاہ صاحب آگے فرماتے ہیں:

''اس پر علامہ ابن الجزری فرماتے ہیں کہ جب ابولہب جیسے کافر کا (جس کی مذمت میں قرآن کریم نازل ہوا) یہ حال ہے کہ اس کو حضور کی پیدائش کی رات خوش ہونے پر دوزخ میں بھی بدلہ دیا جارہا ہے تو اس کی اُمت میں سے ان لوگوں کے حال کا کیا پوچھنا جو حضور کی پیدائش کے بیان سے خوش ہوتے ہیں اور جس قدر بھی مقدور ہوتا ہے ان کی محبت میں خرچ کرتے ہیں۔ مجھے اپنی جوانی کی قسم کہ ان کی جزا خدائے کریم کی طرف سے یہی ہوگی کہ ان کو اپنے فضل عمیم سے جنات نعیم میں داخل فرمائے گا۔''

پھر فرماتے ہیں:

''وَمِمَّا جُرِّبَ مِنْ خَوَاصِهٖ اَنَّهٗ اَمَانٌ فِیْ ذٰلِكَ الْعَامِ وَبُشْرٰی عَاجِلٌ بِنَيْلِ الْبُغْيَةِ وَالْمُرَامِ فَرَحِمَ اِمْرَاً اِتَّخَذَ لَيَالِیْ شَهْرِ مَوْلِدِهِ الْمُبَارَكِ اعياد الِيَكُوْنَ اَشَدَّ عِلَّةً عَلٰی مَنْ فِیْ قَلْبِهٖ مُرَضٌ وَعِنَادٌ۔''

''یعنی مولود شریف کی خاصیتوں میں ایک مجرب خاصیت یہ ہے کہ وہ اس سال امان کا باعث ہوتا ہے اور حاجت ومقصود برآری کیلئے بشارت عاجلہ ہے تو اللہ اس شخص پر اپنی رحمت کاملہ نازل فرمائے جو مولد مبارک کے مہینے کی راتوں کو عیدیں منائے تاکہ جس کے قلب میں مرض وعناد ہے اس کیلئے سخت علت ہو۔''

شاہ صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے وقت میں بھی اس محفل شریف کو کوئی بدعت کہنے والا ہوگا جس کیلئے ایسے

سخت کلمات کا استعمال فرمایا۔ ہاں بعض محققین نے بھی اس کا رد کیا ہے
مگر نہ نفس مولود شریف کا بلکہ ان لغویات کا جو خواہشات نفس کے بندوں
نے اس پاک محفل میں شامل کر کے اس کی صورت ہی مسخ کر دی تو
اور آلات لہو کو شامل کر کے اس کو کھیل تماشا بنالیا تھا سو اس کا رد کرنا تو
محققین لازم تھا (حضرت عَلَیۡہِ الرَّحۡمَۃ کے جد امجد حضرت مولانا محمد مسعود شاہ رَحۡمَۃُ
اللہِ تعالیٰ عَلَیۡہ (م ۱۳۰۹ھ) نے اسی قسم کی محافل میلاد کے خلاف فتویٰ دیا ہے۔
چنانچہ جہلائیں مروجہ محفل میلاد کے بارے میں فتاویٰ رشیدیہ میں ایک فتویٰ ہے جس
پر حضرت مولائے ممدوح تصدیقی دستخط ثبت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: (فتاویٰ
رشیدیہ' مطبوعہ کراچی، صفحہ ۱۳۴۔) جواب صحیح ہے اور یہ مولود مروجہ بدعت ہے
، چنانچہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ اپنے مکتوبات میں ارقام
فرماتے ہیں ہٰذا۔ اگر فرضاً حضرت ایشاں دریں آواں در دنیا زندہ بودے ایں مجلس
واجتماع کہ منعقد می شد آیا، ایں امر راضی می شدند ایں اجتماع را می پسندید یا نہ؟ یقین
فقیر آں است کہ ہرگز ایں معنیٰ را تجویز نمی فرمودند بلکہ انکار می نمودند، مقصود فقیر اعلام
بود، قبول کنید یا نہ کنید۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔) اسے کون جائز رکھ سکتا ہے؟ جن
حضرات نے ایسی چیزوں کا رد کیا ہے وہ صرف قابل تحسین اور مستحق داد
ہیں جیسے ابن حاج وغیرہ۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی اسی
ماثبت من السنۃ میں تحریر فرماتے ہیں:

"وَلَقَدْ اَطْنَبَ ابْنُ الْحَاجِ فِي الْمَدْخَلِ الْاِنْكَارَ
عَلٰى مَا اَحْدَثَهُ النَّاسُ مِنَ الْبِدَعِ وَالْاَهْوَآءِ وَالْغِنَاءِ
بِالْاٰلَاتِ الْمُحَرَّمَةِ عِنْدَ عَمَلِ الْمَوْلِدِ الشَّرِيْفِ فَاِنَّ اللهَ
تَعَالٰى يُثِيْبُهُ عَلٰى قَصْدِ الْجَمِيْلِ وَيُسْلِكُ بِنَا سَبِيْلَ
السُّنَّةِ فَاِنَّهُ حَسْبُنَا وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ."

''اور بے شک ابن حاج نے مدخل میں ان باتوں پر سخت
انکار کیا ہے جو لوگوں نے مولود شریف میں بدعات اور ہوا و ہوس کی
چیزیں اور آلاتِ محرمہ کے ساتھ گانا بجانا شامل کر رکھا ہے تو اللہ تعالیٰ ان
کو ان کے اس نیک مقصد میں ثواب عطا فرمائے اور ہم کو سنت پر چلنے
کی توفیق عطا فرمائے کہ وہ ہمارے لئے کافی اور اچھا وکیل ہے۔''

حضرت شاہ صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ بعد میں
لوگوں نے اس مجلس کو تاشے باجے، ڈھول سارنگی کیساتھ شروع کر دیا تھا
تو ایسی مجلس کا رد کرنا تو ضروری تھا اور یقیناً ایسی مجلس بدعت تھی لیکن ایسی
مجلس سے ہماری مجلس کو کیا واسطہ؟ پس اس کو کیسے بدعت کہا جا سکتا
ہے؟ جس کو آٹھ سو سال سے تمام بزرگانِ دین کرتے چلے آئے ہیں جن
کا شمار میں آنا متعذر ہے، پچھلے حضرات میں بعض اکابرین کے نام ضرور
گنواتا لیکن عوام چونکہ ان سے واقف نہیں تو ان کا ذکر کچھ فائدہ نہیں
دے سکتا اس لئے میں دہلی والوں کیلئے صرف دہلی کے انہیں علماء کا ذکر
کروں گا جو اس صدی میں گزرے ہیں اور دہلی والے ان کو جانتے
ہیں۔

۱: عبدالخیر اور ان کا تو تمام خاندان ہی مجلسِ میلاد کا حامی رہا ہے
بلکہ ان کے جد امجد حضرت شاہ احمد سعید صاحب نے جو اپنے وقت کے
قطب تھے مانعین کا رد تحریر فرمایا ہے، اور حضرت شاہ عبدالغنی صاحب
تو مانعین کے استاد اور استاذ الاساتذہ تھے۔

۲: شاہ کریم اللہ اور ان کے صاحبزادے مفتی محمد یعقوب۔

۳: مولانا عبدالحکیم صاحب اور ان کے صاحبزادے مولانا
عبدالرشید صاحب۔

۴: مولانا کرامت اللہ شاہ صاحب۔

۵: صاحب تفسیر حقانی مولانا عبدالحق صاحب حقانی۔

ان حضرات کو تو گزرے ہوئے قریب ہی زمانہ گزرا ہے جن
کو اہل دہلی خوب جانتے ہیں اور ان سے پہلے بزرگوں میں سے:

۱: حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رَحۡمَۃُ اللہِ تعالیٰ عَلَیۡہ۔

۲: حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رَحۡمَۃُ اللہِ تعالیٰ عَلَیۡہ۔

۳: حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رَحۡمَۃُ اللہِ تعالیٰ عَلَیۡہ۔

۴: حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رَحۡمَۃُ اللہِ تعالیٰ عَلَیۡہ۔

کو بھی نہ صرف دہلی والے بلکہ دنیائے اسلام خوب جانتی
ہے، ان کے علاوہ حضرت شاہ امداد اللہ اور حضرت شاہ رَحۡمَۃُ اللہِ تعالیٰ عَلَیۡہ
مہاجر مکی رَحِمَہُمَا اللہُ تعالیٰ عَلَیۡہ سے بھی لوگ خوب واقف ہیں اور حضرت
حاجی امداد اللہ مہاجر مکی تو مانعین کے پیر اور پیرانِ پیر ہی ہیں۔ یہ سب
حضرات (رَحِمَہُمُ اللہُ تعالیٰ عَلَیۡہ) مولود شریف کے قائل اور اس پر عامل
تھے تو کیا یہ سب ہی معاذ اللہ بدعتی و جہنمی قرار دیئے جائیں گے؟ اور کیا

اس میں اپنے استادوں اور پیروں کا لحاظ بھی نہ فرمائیں گے؟ انسان کو منہ سے کوئی بات نکالنی چاہئے تو سوچ سمجھ کر نکالنی چاہئے۔ مولود شریف کو بدعت کہہ کر خیال تو فرمائیں کہ آپ نے کیسے کیسے اکابر کو بدعتی جہنمی کہہ ڈالا۔

خیر یہاں تک تو آپ کا یہ قول فسق ہی تھا مجھے تو آپ کا یہ قول اس سے بھی زیادہ موجب قباحت نظر آتا ہے اس لئے کہ یہ مجلس سرکار عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھتی ہے اور جو شے حضور سے نسبت رکھتی ہے اس کی توہین اس جہت سے کرنا کہ وہ حضور سے نسبت رکھتی ہے کفر ہے اس لئے میری باادب مسلمانوں کی خدمت میں عرض ہے کہ خدا کیلئے اس مجلس کو بدعت کہنے سے باز رہیں کہ اس میں آخرت کے نقصان کا خوف ہے، لاکھوں کروڑوں صالحین کو بدعتی کہہ کر ایک فعل حرام کے مرتکب ہوتے ہیں کہ یہ شے ان حضرات کی ارواح طیبہ کی ایذا کا باعث ہے جو بنص قطعی حرام ہے، دوسروں کی اگر پرواہ نہیں تو کم از کم اپنے اساتذۂ کرام اور پیران عظام کا تو خیال فرمالیا کریں، جب آپ مولود شریف کے فاعلین کو بدعتی بلکہ مشرک جہنمی کہتے ہوں تو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر وحضرت شاہ عبد الغنی رحمہما اللہ تعالی جیسے حضرات کی ارواح طیبہ پر کیا گزرتی ہوگی جو اس مجلس مولد شریف کو باعث حسنات اور موجب برکات اعتقاد رکھنے کیساتھ ساتھ فرماتے ہیں کہ:

”مجھے اس کا عین الیقین ہے کہ اس مجلس مبارک میں فیوض وانوار وبرکات رحمت الہی کا نزول ہوتا ہے۔“

اگر آپ خود ایسی مجلس کا انعقاد نہ کریں، شوق سے نہ کریں کہ یہ ایک مستحب فعل ہے کوئی کرے یا نہ کرے مختار ہے، کسی کو اس پر طعن وتشنیع کی مجال نہیں، زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ اس کے برکات سے محروم رہے گا لیکن اگر کوئی بدعت کہے گا تو یاد رہے کہ حقیقت میں بدعتی وہی ہوگا کہ بدعت خلاف شریعت اعتقاد کو کہتے ہیں خواہ ناجائز کو جائز اعتقاد کرے یا جائز کو ناجائز۔

ہاں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس مجلس کے آخر قیام کیا جاتا ہے اور قیام عبادت ہے پس غیر اللہ کے لئے قیام کرنا شرک ہے تو عزیزو! یہ خیال بھی غلط ہے کہ قیام مطلقاً عبادت ہے۔ اگرچہ نماز کے علاوہ ہو۔

چنانچہ ”منیۃ المصلی“ میں ہے:

”وَالْقِیَامُ لَمْ یشرع عبادۃ وحدہ۔“

”جو شے بھی مستحق تعظیم ہو اس کے لئے کھڑے ہونے میں مضائقہ نہیں۔“

چنانچہ ”کبیری“ میں ہے:

”وَلَا یُکْرَہُ قِیَامُ الْقَارِیِٔ لِلْقَادِمِ تَعْظِیْمًا اِذَا کَانَ مُسْتَحِقًّا لِلتَّعْظِیْمِ۔“

”آنے والے کسی معظم شخص کیلئے قرآن کریم تلاوت کرنے والے کو کھڑا ہونا مکروہ نہیں۔“

تو جب قرآن کریم پڑھنے والے کیلئے کسی کے واسطے کھڑا ہونا بھی مکروہ نہیں، تو قرآن کریم تلاوت نہ کر رہا ہو اس کا کسی کے لئے قیام کرنا کیوں شرک ہوگا؟ اب رہا یہ کہ یہ قیام کیوں کیا جاتا ہے؟ تو علماء نے اپنے اپنے ذوق کے اعتبار سے اس کے مختلف جواب دیئے ہیں، اس لئے یہ عاجز بھی اپنے ذوق کے موافق اس کے دو جواب عرض کرتا ہے:

ایک تو یہ کہ ”قرآن کریم“ کا ارشاد ہے:

”وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ۔“ (لقمن: ۱۵۔)

”اس راستے کی پیروی کرو جو میری طرف رجوع کرتا ہے۔“

اور میرے نزدیک حضرت حاجی امداد اللہ شاہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ جیسے حضرات یقیناً منیبین الہی سے تھے نیز حدیث میں سرکار عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

”اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ۔“

”بڑی جماعت کی پیروی کرو۔“

نیز فرمایا:

”اِذَا رَاَیْتُمْ اِخْتِلَافًا فَعَلَیْکُمْ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمِ۔“

”جس وقت تم اختلاف دیکھو تو لازم پکڑو بڑی جماعت کی پیروی کو۔“

اور یہ اوپر بتلایا جا چکا ہے کہ بڑی جماعت تو درکنار ابتداء میں

اس کے استحسان پر تمام ہی علماء متفق تھے، کوئی بھی اس کا مخالف نہ تھا ہاں اسکے پچاس سال بعد ایک عالم ناگہانی مغربی نے اس سے اختلاف کیا اسکے بعد اس کی پیروی بعض علماء نے کی لیکن ہمیشہ مخالفین کی جماعت قلیل رہی۔

چنانچہ اس زمانے میں بھی مخالفین قلیل ہیں۔ سوائے ہندوستان کے دوسرے ممالک اسلام میں اس کا مخالف نظر نہیں آتا۔

چنانچہ حضرت نور المشائخ کابلی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے بڑے صاجزادے حضرت علامہ مولانا فضل عثمان شاہ صاحب (حضرت نور المشائخ المعروف بہ ملاشور بازار رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ افغانستان کے مشہور ومعروف صوفیہ میں سے تھے، حضرت مصنف عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ سے بڑی محبت فرماتے تھے۔ کابل میں آپ کی خانقاہ شریف مرجع خاص وعام ہے۔ آپ حضرت مجدد الف ثانی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی اولاد امجاد سے تھے، شاہ ظاہر شاہ آپ کے عقیدت مندوں اور مریدوں میں تھا آپ نے کابل ہی میں وصال فرمایا۔ صدر المشائخ حضرت مولانا فضل عثمان صاحب مجددی فاروقی آپ ہی کے بڑے صاجزادے ہیں اور عالم اور صوفی ہیں، ایک عرصہ سے لاہور میں مقیم ہیں، حضرت مصنف عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ سے بڑی محبت وعقیدت رکھتے ہیں۔ راقم پر بھی مہربان ہیں۔۔۔۔ آپ کے اور آپ کے والد ماجد عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ کے تفصیلی حالات کیلئے راقم کی تالیف "تذکرہ مظہر مسعود" جلد دوم، مطبوعہ کراچی مطالعہ کی جائے۔ (مرتب)) دہلی میں تشریف فرما ہوئے تھے ان سے اس کا ذکر آیا تو فرمایا کہ ہمارے ہاں (افغانستان میں) ایک فرد بھی ایسا نہیں جو اس کا مخالف ہو، گھر گھر میں مولد شریف مع قیام ہوتے ہیں اور دنبے ذبح کئے جاتے ہیں۔ لذیذ کھانے کھلا کر اس کا ثواب سرکار اقدس کی جناب میں نذر کیا جاتا ہے۔ یوں ہی حضرت زید صاحب سلمہٗ (حضرت زید الحسن، دہلی کے مشہور ومعروف بزرگ حضرت شاہ ابو الخیر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے فرزند ارجمند ہیں۔ ۵ رمضان ۱۳۲۴ھ میں دہلی میں ولادت ہوئی۔ جامعہ ازہر (مصر) سے فارغ التحصیل ہیں۔ آپ بھی حضرت مجدد الف ثانی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی اولاد امجاد سے ہیں۔ حضرت مصنف عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ سے آپ کو بے پناہ انسیت ومحبت تھی اور راقم پر بھی بہت ہی مہربان ہیں، آپ دہلی میں خانقاہ حضرت شاہ ابو الخیر میں رونق بخش مسند ارشاد ہیں آپ کی متعدد تصانیف منظر عام پر آچکی ہیں اور بعض تصانیف ابھی قلمی صورت میں ہیں۔ چند تصانیف یہ ہیں ۱"الخیر المزید فی اعراب الایۃ وکلمۃ التوحید" (قلمی) ۲"القول السنی فی الذب عن الشیخ عبد الغنی" (قلمی) ۳"الحجۃ فی مسئلۃ اللحیۃ والقبضۃ" (قلمی) ۴"الاسانید العالیۃ والشہادۃ السامیۃ" (قلمی) ۵"سوانح حضرت شاہ ابو الخیر" (قلمی) ۶"خیر البیان فی مولد سید الانس والجان" (قلمی) ۷"خیر المولد فی احتفال المولد" (مطبوعہ) ۸"خیر المقال فی رویۃ الھلال" (مطبوعہ) ۹"ماذ قال الائمۃ فی ابن تیمیہ" (مطبوعہ) ۱۰"بزم خیر از زید در جواب جمشید" (مطبوعہ) ۱۱"مسئلہ ضبط ولادت" (مطبوعہ) ۱۲"لآلی منظوم" (مطبوعہ) ۱۳"تقسیم خیری" وغیرہ وغیرہ (مرتب) فرماتے تھے کہ مصر میں اس کا عام راج ہے۔ غرض ایک جواب تو یہ ہے کہ جس میں اصلاً کسی کلام کی گنجائش نہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ جلسہ کے اختتام پر سرکار اقدس کی توجہ تام زیادہ مظنون ہے اس لئے ان کے غلام ان کی جناب میں اس وقت خصوصیت کیساتھ خشوع وخضوع کے ساتھ باادب سلام پیش کرنا مناسب خیال کرتے ہیں، اس لئے کہ جب حضور کے فضائل جلیلہ اور مناقب رفیعہ مسلمان سنتے ہیں تو ان کی محبت حضور کے ساتھ ترقی کر کے شوق کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے خصوصاً جبکہ حضور کے جلوہ افروز ہونے کے حالات سنتے ہیں تو اس وقت کے حالات کا سماں ان کی خیال کی نظروں کے سامنے آجاتا ہے اور اس کے ساتھ حضور کی توجہ خاص کی ضیاء پاشیاں اپنے قلب میں محسوس کرنے لگتے ہیں اور یاد آجاتا ہے کہ یہی وہ نعمت غیر مترقبہ ہے جس کا حق تعالیٰ نے ہم احسان رکھا ہے کہ ارشاد فرمایا:

"لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا۔" ("آل عمران": ۱۶۴۔)

"بلاشبہ یقیناً حق تعالیٰ نے احسان کیا کہ ان میں اپنا ایک معظم رسول بھیجا"۔

غرض اس احسان کی یاد اور حضور کی محبت میں ذوق وشوق کا اُبھرنا اور اس وقت خاص کا تصور اور اس وقت میں حضور کی توجہ خاص کے مبذول ہونے کا خیال اُن سب کا مجموعہ کچھ ایسا ہو جاتا ہے جو اس کا مقتضی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنے کیلئے کھڑے ہو جائیں اور حضور کو اپنے پیش نظر رکھتے ہوئے ان پر سلام پڑھیں۔

اس مقام پر آپ کو یہ خلجان پیش آتا ہوگا کہ یہ کیا کہا کہ:

"حضور کی توجہ خاص کا مبذول ہونا اس وقت مظنون ہے۔"

سو یہ اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا بلکہ سرکار اقدس کا خود ارشاد ہے کہ:

"اہل محبت کا سلام خود بنفس نفیس سنتا ہوں۔"

جس کا صریح مطلب یہ ہے کہ اہل محبت کی جانب میری توجہ مبذول ہو جاتی ہے کہ میں ان کا سلام خود سنتا ہوں اور دوسروں کا بواسطہ ملائکہ میری خدمت میں پیش ہوتا ہے۔

چنانچہ دیباچہ "دلائل الخیرات شریف" میں ہے:

"قِيلَ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ اِذَا رَاَيْتَ صَلٰوةَ الْمُصَلِّيْنَ عَلَيْكَ مِمَّنْ غَابَ عَنْكَ وَمَنْ يَاْتِيْ بَعْدَكَ مَا حَالُهُمَا عِنْدَكَ فَقَالَ اَسْمَعُ صَلٰوةَ اَهْلِ مَحَبَّتِيْ وَاَعْرِفُهُمْ وَتُعْرَضُ عَلَيَّ صَلٰوةُ غَيْرِهٖ عَرْضًا۔"

"کسی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ حضور ان لوگوں کے حال سے تو ہمیں مطلع فرمائیں جو حضور سے غائب ہیں اور حضور کے بعد آنے والے ہیں انکے درود کی آپ کے نزدیک کیا کیفیت ہے؟

فرمایا کہ:

"محبت والوں کا درود تو میں سنتا ہوں اور سنوں گا، البتہ دوسروں کا درود بذریعہ ملائکہ مجھ پر پیش ہوگا۔"

میں کہتا ہوں کہ جب کچھ کہنے والا کسی سے بات کرے تو کیا سننے والے کی اس کی طرف توجہ نہیں ہوتی؟ تو اس میں کیا شک رہا کہ اس وقت حضور کی توجہ خاص مظنون ہے؟ اب رہا یہ کہ حضور کیسے سن لیتے ہیں تو اول تو حضور کے فرمان کے ہوتے ہوئے اس میں کلام کی گنجائش ہی نہیں دوسرے اب تو مادیات میں ایسے آلات مشاہدہ کر رہے ہیں جن سے بلا کسی ذریعہ کے ہزار ہا کو اس پر بیٹھا ہوا سن لیتا ہے، آپ کہیں گے کہ اس میں تو برقی قوت ہوتی ہے۔ یہ حیرت انگیز فعل اس کا ہے میں کہتا ہوں کہ حسی اور روحی کا یہ کرشمہ ہے، آپ کے تحیر (حیرت) کی صرف یہ وجہ ہے کہ آپ اس کی قوت سے واقف نہیں اس کی قوت کے سامنے برقی قوت، ہیچ نظر آتی ہے، یہ قوت خدا کی معرفت کراتی ہے بلکہ برقی سے جو کام لیا جا رہا ہے یہ بھی اسی قوت کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے، میں اس کی قوت پر بھی کچھ روشنی ڈالتا لیکن وقت نہیں۔ انسان اسی لئے پیدا کیا گیا تھا کہ اس قوت کو ترقی دے لیکن افسوس بہت کم لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اس کی طرف توجہ کی اور وہ کام کر دکھائے کہ برق کی تو حقیقت ہی کیا ہے ماسوائے اللہ میں کسی کے بس کے بھی وہ کام نہیں۔

غرض میرے نزدیک پچھلے حضرات کی اس وقت سلام کیلئے قیام کے تجویز کرنے کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے (والعلم عند اللہ) اور ظاہر ہے کہ ایسے خیالات کے ساتھ قیام میں ہرگز کوئی قباحت نہیں، اس لئے کہ سب جانتے ہیں کہ شارع عَلَیْہِ السَّلَام سے اگر کسی فعل پر عمل کرنے کا حکم ہوتا ہے تو وہ فعل مامورات میں داخل ہے اور جس شے سے ممانعت ہوتی ہے وہ فعل منہیات میں داخل ہوتا ہے اور جس شے کے لئے نہ امر ہو اور نہ ممانعت وہ شے مباح ہوتی ہے، جس میں مسلمان مختار ہے کرے یا نہ کرے لیکن یاد رکھیئے کہ اگر فعل مباح کو کوئی اچھی نیت سے کرے تو پھر وہ فعل یقیناً اچھی ہے لہٰذا اس نیت سے یہ قیام بھی اچھا اور مستحسن ہے۔

بعض لوگ یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ اس قیام کے وقت یہ خیال کرتے ہیں کہ حضور اس وقت پیدا ہوئے تو میرے نظر میں تو ایسا بیوقوف تو کوئی نظر نہیں آتا۔ (جہلا اور متوسط طبقے میں مولد شریف مروج ہے اس میں قیام کے وقت جو اشعار پڑھے جاتے ہیں ان سے یہی مترشح ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اسی وقت عالم بالا سے عالم اسفل میں تشریف لا رہے ہیں، اکثر ایسے ہوتا ہے کہ یہ محافل نہ اس ماہ میں ہوتی ہیں نہ اس تاریخ میں، نہ اس وقت میں، جب آنحضرت ﷺ دنیا میں تشریف لائے کہ اگر ایسا ہو تو اس خیال کو حقیقت سے کچھ تو نسبت ہو، وقت بے وقت اس قسم کے اشعار سماً انہیں معنیٰ و مفہوم میں پڑھے جاتے ہیں۔ شاید حضرت عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ کے علم میں ان مجالس کی کیفیت نہ تھی، حضرت مرحوم نے جن محافل میں شرکت فرمائی ان میں کوئی وجہ ممانعت نہ ہوتی تھی، چنانچہ انداز بیان سے بھی صاف صاف یہی مترشح ہو رہا ہے۔ (مرتب))

۔۔۔بقیہ صفحہ ۲۴ پر۔۔۔

درسِ حدیث

معراجِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رئیس العلماء حضرت علامہ قاضی غلام محمود ہزاروی علیہ الرحمۃ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

"یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمۡ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیۡبِكَ خَیۡرِ الۡخَلۡقِ كُلِّهِمۡ

"عَنۡ اَبِیۡ هُرَیۡرَةَ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ لَقَدۡ رَاَیۡتُنِیۡ فِی الۡحَجۡرِ وَقُرَیۡشٌ تَسۡاَلُنِیۡ عَنۡ مَسۡرَایَ فَسَاَلَتۡنِیۡ عَنۡ اَشۡیَآءَ مِنۡ بَیۡتِ الۡمُقَدَّسِ لَمۡ اُثۡبِتۡهَا فَكُرِبۡتُ كُرۡبَةً مَا كُرِبۡتُ مِثۡلَهٗ فَرَفَعَهُ اللّٰہُ لِیۡ اَنۡظُرُ اِلَیۡهِ مَا یَسۡاَلُوۡنِیۡ عَنۡ شَیۡءٍ اِلَّا نَبَّاۡتُهُمۡ۔"(۱)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے آپ کو حطیم میں دیکھا جبکہ قریش مجھ سے میرے سفر معراج کے متعلق سوالات کر رہے تھے، تو انہوں نے مجھ سے بیت المقدس کی ایسی چیزوں کی متعلق سوالات کئے جو مجھے یاد نہ رہی تھیں، تو میں اتنا غمگین ہوا جتنا کبھی نہ ہوا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے اُسے (بیت المقدس کو) کر دیا کہ میں اُسے دیکھ رہا تھا، تو وہ کسی بھی چیز کے متعلق مجھ سے پوچھتے تھے مگر میں انہیں بتا دیتا تھا۔"

شرح حدیث:

نبی کریم ﷺ نے معراج کی صبح کو اپنی معراج کا اعلان کیا جبکہ آپ حطیم کعبہ میں تھے تو مشرکین مکہ نے مجھ سے سوالات شروع کئے۔ اور کہا کہ عرش و کرسی کی باتیں جو آپ بیان کر رہے ہیں ان کی تو ہم کو خبر نہیں البتہ بیت المقدس ہم نے دیکھا ہوا ہے وہاں کی نشانیاں آپ ہم کو بتائیں، مثلاً یہ کہ بیت المقدس میں ستون کتنے ہیں، سیڑھیاں کتنی ہیں، منبر کس طرف ہے؟ (یہی وجہ ہے کہ رب تعالیٰ نے اس معراج کے دو حصے کئے، مکہ سے بیت المقدس تک اور پھر وہاں سے عرش کے آگے تک تاکہ لوگ اس حصہ معراج کو دلائل سے معلوم کریں) اور ظاہر ہے کہ یہ چیزیں تو بار بار دیکھنے پر بھی یاد نہیں رہتیں تو ایک بار دیکھنے سے یاد کیسے رہتیں اور پھر حضور ﷺ کا یہ ارشاد فرمانا کہ:

"مجھے شدید غم لاحق ہوا۔"

یہ غم آپ ﷺ کا اپنے متعلق نہ تھا بلکہ کفار کے متعلق تھا کہ اگر میں نے بیت المقدس کی نشانیاں بیان نہ کیں تو یہ میری معراج نہ مانیں گے اور کافر ہی رہیں گے جس کے نتیجے میں ہمیشہ جہنم میں ہی رہیں گے، تو اس قسم کا غم بھی عبادت ہے۔

ملا علی قاری مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ:

"فَرَفَعَهُ اللّٰہُ لِیۡ اَنۡظُرُ اِلَیۡهِ اَیۡ بَیۡتَ الۡمُقَدَّسِ (لِیۡ) اَیۡ لِاَجۡلِیۡ، اَنۡظُرُ اِلَیۡهِ "حَالٌ"، وَالۡمَعۡنٰی رَفۡعُ الۡحِجَابِ بَیۡنِیۡ وَبَیۡنَهٗ لِاَنۡظُرَ اِلَیۡهِ وَاُخۡبِرَ النَّاسَ، بِمَا اَطَّلَعۡتُ عَلَیۡهِ۔"(۲)

"اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میری وجہ سے اٹھا کر میرے سامنے کر دیا۔ اور میں اُسے دیکھ رہا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ میرے

۱: "بخاری" جلد :۱، صفحہ :۵۴۸، "مسلم" جلد :۱، صفحہ :۹۶۔
۲: "مرقاۃ شرح مشکوٰۃ" جلد :۱۱، صفحہ :۱۵۷۔

اور اُس کے درمیان حجاب اُٹھا دیا تاکہ میں اُسے دیکھ سکوں اور لوگوں کو وہ باتیں بتاؤں کہ جن پر میں مطلع ہوا۔"

واضح رہے کہ حضرات انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام پر کبھی تو بسط کی حالت ہوتی ہے تو وہ دنیا کے ذرہ ذرہ کو دیکھتے ہیں، اُس کی خبر رکھتے ہیں، اور کبھی قبض کی حالت ہوتی ہے۔ جب اپنے آپ سے بھی بے خبر ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہ حدیث اُس کے خلاف نہیں جسمیں فرمایا گیا ہے کہ:

"رَاَیْتُ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَھَا۔"

"میں نے زمین کا مشرق و مغرب دیکھ لیا۔"

ہاں یوں کہیئے کہ بعض اوقات توجہ کلیۃً خالق ہی کی طرف ہوا کرتی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ:

"ایک رات کو سحری کے وقت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ:

"تم کون ہو؟"

میں نے عرض کیا:

"عائشہ۔"

فرمایا:

"کون عائشہ؟"

میں نے عرض کیا:

"ابوبکر کی بیٹی۔"

فرمایا:

"کون ابوبکر؟"

تو میں سامنے سے ہٹ گئی کہ یہ کچھ اور ہی وقت ہے۔

بہرحال حدیث زیرِ تشریح کے الفاظِ مذکورہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کی نفی نہیں ہوتی۔ کیونکہ کسی وقت کسی چیز کی طرف توجہ کا نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے ہوسکتی کہ وہ چیز علم میں آئی ہی نہیں۔ بلکہ اگر زیادہ غور کیا جائے تو اِس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان رفیع کا پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے قبلۂ اوّل بیت المقدس کو اُٹھا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے تو کرسکتا ہے لیکن اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غمگین نہیں دیکھنا چاہتا ہے۔

نیز اگر فوراً ہی فرفر بتا دیتے تو احتمال تھا کہ کہا جاتا ہے کسی سے سُن سُن کر از بر کر لی ہونگی لیکن معمولی سے توقف کا پیدا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ بلاشبہ دیکھ کر ہی بتا رہے ہیں۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ اس حدیث شریف سے جسمانی معراج ثابت ہوتی ہے کیونکہ اگر خواب کا واقعہ ہوتو جھٹلانے کی کیا ضرورت تھی جیسا کہ حدیث میں ہے:

"لَمَّا کَذَّبَنِیْ قُرَیْشٌ۔"(۳)

"جبکہ قریش نے مجھے جھٹلایا۔"

مایہ ناز محدث علامہ ملاں علی قاری فرماتے ہیں کہ:

"وَالْحَقُّ الَّذِیْ عَلَیْہِ اَکْثَرُالنَّاسِ وَمُعْظَمُ السَّلَفِ وَعَامَّۃُ الْمُتَاَخِّرِیْنَ مِنَ الْفُقَھَاءِ وَالْمُحَدِّثِیْنَ وَالْمُتَکَلِّمِیْنَ اَنَّہٗ اَسْرٰی بِجَسَدِہٖ۔"(۴)

"معراج شریف کے بارے میں وہ حق بات کہ جس پر جمہور اہل اسلام، اور اکابر سلف صالحین اور متاخرین میں سے اکثر فقہاء، محدثین، اور متکلمین قائم ہیں۔ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ معراج جسمانی ہوئی ہے۔"

لیکن افسوس کہ سرسید علی گڑھی وغیرہ نے معراج جسمانی کا بڑے شدومد سے انکار کیا ہے۔ دیکھئے "مقالات سرسید" صفحہ: ۲۶۷، وغیرہ۔

اب ہم یہاں پر معراج جسمانی کے مزید کچھ دلائل لکھتے ہیں:

معراج جسمانی کے مزید دلائل

اوّلاً:

لفظِ معراج عروج سے لیا گیا ہے۔ جس کے معنیٰ ہیں "اوپر چڑھنا"۔

۳: "بخاری شریف" جلد :نمبر:۱، صفحہ :۵۴۸۔ "مسلم" جلد:۱، صفحہ :۹۶۔ "تفسیر فتح القدیر" للشوکانی، جلد :۲، صفحہ :۳۴۔ "خفاجی شرح بیضاوی" جلد :۲، صفحہ :۲، الیواقیت والجواہر" جلد :صفحہ :۳۰۔

۴: "مرقات" جلد :۱۱، صفحہ :۱۳۸۔

"قرآن مجید" میں ہے:

"تَعۡرُجُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوۡحُ." (۵)

"فرشتے اور روح اُوپر چڑھتے اور عروج کرتے ہیں۔"

اور معراج اسم آلہ ہے مفعال کے وزن پر، سیڑھی کے معنیٰ ہیں، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس سفر شری کو لفظِ معراج سے تعبیر کر کے یہ بتلانا متصور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ سفر جسمانی اور بیداری میں تھا جیسا کہ سیڑھی مادی اور جسمانی ہوتی ہے۔

ثانیاً:

جب حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے جسمانی معراج کے وقوع کی دلیل پوچھی گئی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ نے فرمایا کہ:

"جو خدا حضرت جبرائیل عَلَیۡہِ السَّلَام کو ہزار بار آسمان سے زمین پر اتار سکتا ہے، وہی خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو زمین سے آسمان پر لے جا سکتا ہے۔"

امام فخرالدین الرازی اس قولِ صدیقی کے تشریح میں فرماتے ہیں کہ:

"اگر جسم کثیف (حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسم شریف کو کثیف بوجھل کہنا محض ظاہر بینوں کے لحاظ سے ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی لطافت مبارکہ سے کس کی لطافت زیادہ ہو سکتی ہے) کا اپنے ارضی (زمینی) مرکز سے عالم سماوی میں جانا ناممکن ہے، تو جسمِ لطیف کا اپنے سماوی مرکز سے عالم دنیا میں آنا ممکن ہوگا، تو جو شخص جسمانی معراج کا انکار کرتا ہے وہ حضرت جبرائیل عَلَیۡہِ السَّلَام کے آسمانوں سے زمین پر اترنے کا لازماً انکار کر رہا ہے۔ کیونکہ جو خدا تعالیٰ حضرت جبرائیل عَلَیۡہِ السَّلَام کو اسکے ملکوتی مرکز سے دوسرے عالم (ناسوتی مرکز) میں بھیج سکتا ہے وہی قادرِ مطلق اپنی قدرت کاملہ سے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس دنیاوی مرکز سے سماوی مرکز میں بھیج سکتا ہے۔" (۶)

مطلب یہ ہے کہ جو شخص قرآن کے نزول کا قائل ہے وہ معراج جسمانی کا انکار نہیں کر سکتا کیونکہ جو شخص عالم بالا سے سِفلی میں ملائکہ کے نزول کا قائل ہے وہ عالم سفلی سے عالم بالا میں حضور سراپا انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عروج شریف کا بھی ضرور قائل ہوگا۔

ثالثاً:

معراجِ جسمانی پر بڑی خاص دلیل حضور کا شبِ معراج مکہ والوں کے سفر میں گئے ہوئے قافلوں سے ملاقات کرنا اور ان کے متعلق صحیح صحیح خبریں دینا ہے۔ معراج کی رات قافلوں کے حالات پر مشتمل احادیث کو بہت سے علماء کرام نے کہیں طول اور کہیں اختصار کے ساتھ مختلف عبارات میں بیان فرمایا ہے۔

چنانچہ "تفسیر کشاف" جلد: ۲، صفحہ: ۳۵۱، "تفسیر روح البیان" جلد: ۲، صفحہ: ۴۰۶، "سیرت حلبیہ" جلد: ۱، صفحہ: ۴۲۱، "مدارج النبوت" شیخ عبدالحق محدث دہلوی رَحۡمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ، جلد: ۱، صفحہ: ۲۷، "خصائص کبریٰ السیوطی" جلد: ۱، صفحہ: ۱۸۰، "معارج النبوت" جلد: ۳، صفحہ: ۱۹۹، "زرقانی شرح مواہب اللدنیہ" جلد: ۲، صفحہ: ۱۶۲ وغیرہ سے یہ مضمون اخذ کیا جا رہا ہے تو واضح ہو کہ اس بارے میں دو روایات ہیں ایک روایت یہ ہے یہ تین قافلے تھے اور دوسری روایت یہ ہے کہ یہ قافلہ ایک ہی مگر اس کے حصے تین ہو گئے تھے، اور وہ دورانِ سفر ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گے تھے۔

"مواہب اللدنیہ" وغیرہ میں لکھا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو (کفار مکہ کو) بیت المقدس کے نشانات بتلائے تو کفار حیران ہو کر کہنے لگے کہ جو کچھ آپ نے بتایا ہے سب درست ہے لیکن یہ احتمال ہے کہ آپ نے کسی ایسے شخص سے سن کر یاد کر لیا ہو جو وہاں گیا ہو اور بیت المقدس کی علامات سے باخبر ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ:

"پھر اس سے زیادہ واضح ثبوت کونسا ہو سکتا ہے سے تمہیں میری صداقت کا یقین ہو سکے؟"

کہنے لگے:

"اَخۡبِرۡنَا عَنۡ عِیۡرِنَا ھَلۡ لَقِیۡتَ مِنۡھَا شَیۡئًا." (۷)

۵: "الآیہ"۔

۶: "تفسیر کبیر" جلد: ۵، صفحہ: ۵۴۳۔

۷: "سیرت حلبیہ"۔

"آپ ہم کو ہمارے قافلہ کے حالات سے مطلع کیجئے کہ آپ کی ان میں سے کسی کیساتھ ملاقات ہوئی ہے۔"

الف:

فرمایا:

"ہاں میں فلاں قبیلے کے قافلہ پر مقام روحا میں گزرا، ان لوگوں کا اونٹ گم ہوگیا تھا اور وہ اُسے تلاش کر رہے تھے۔ تو میں اُن کے پڑے ہوئے سامان کی طرف آیا وہاں کوئی بھی موجود نہ تھا، پانی کا ایک پیالہ وہاں رکھا ہوا تھا میں نے اُسے پی لیا، اور پھر اس کو سر پوش (ڈھکن) سے ڈھک دیا۔ اب وہ قافلہ بدھ کے دِن سورج غروب ہوتے ہوئے یہاں پہنچ جائے گا۔ پھر تم لوگ اس سے دریافت کر لینا کہ جب وہ اپنا گم شدہ اونٹ تلاش کر کے واپس آئے تھے تو انہوں نے اپنے بھرے ہوئے پیالے کا پانی سے خالی پایا تھا یا نہیں؟

نیز یہ بھی پوچھنا کہ جب تم اونٹ کی تلاش میں سرگرداں تھے اور تم کو کسی نے پکار کر کہا تھا کہ تمہارا اونٹ فلاں جگہ پر ہے، اور تم حیران ہو کر کہنے لگے تھے کہ ملک شام میں یہ محمد (ﷺ) کی آواز کیسے آگئی ہے۔ مگر جب تم انے اس آواز پر عمل کیا تو پھر تم کو اپنا کھویا ہوا اونٹ مل گیا تھا یا نہیں؟

قریش نے کہا:

"ہاں یہ تو ٹھیک ہے یہ بڑی نشانی ہے۔"

ب:

پھر حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ارشاد فرمایا کہ:

"فلاں قبیلے کے قافلے پر مقامِ ذی مروہ پر میرا گزر ہوا جن کے دو آدمی ایک ہی اونٹ پر سوار تھے، تو ان کا اونٹ براق کی تیز رفتاری سے بھاگا۔ جس کی وجہ سے وہ دونوں سوار گر گئے اور اِن میں سے فلاں شخص کی کلائی ٹوٹ گئی ہے۔ اب بدھ کے روز ٹھیک دوپہر کو وہ قافلہ یہاں مکہ میں پہنچ جائے گا۔ پھر تم ان دونوں سے دریافت کر لینا۔"

کہنے لگے:

"بہت اچھا، یہ نشانی بھی اچھی ہے۔"

ج:

پھر اُن لوگوں نے ایک اور قافلے کے بارے میں آپ ﷺ سے دریافت کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"میں اس قافلے پر مقام تنعیم پر گزرا ہوں۔"

انہوں نے کہا کہ:

"اس قافلے کی پوری تفصیل سے آگاہ کیجئے۔"

آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

"یہ قافلہ فلاں قبیلے کا ہے، اِس کے آگے آگے خاکستری رنگ کا اونٹ چلا جا رہا تھا، اور اس پر دو دھاری دار بوریاں غلہ کی لدی ہوئی تھیں، اور اس پر ایک سیاہ حبشی شخص سوار ہے۔ اور فلاں شتر سوار کو سردی لگی تو وہ اپنے غلام سے کمبل مانگ رہا تھا اور وہ قافلہ بہت قریب آگیا ہے۔ چنانچہ صبح سویرے سورج طلوع ہوتے وقت وہ یہاں پہنچ جائے گا۔ پھر جب وہ لوگ آجائیں تو اِن سے میری بتلائی نشانیاں دریافت کر لینا۔"

وہ کہنے لگے کہ:

"بے شک یہ تیسری نشانی بھی خوب ہے۔"

قافلوں کی آمد:

ہر قافلہ کے متعلق حضور ﷺ نے اوقات مقرر فرما دیئے تھے، اب ان مقررہ اوقات میں قافلوں کی آمد کی تاک میں کچھ آدمی بٹھا دیئے گئے۔ جن کی تشریح لف ونشر غیر مرتب کے طور پر تحریر کی جاتی ہے، یعنی جس قافلہ کا ذکر بیانِ سابق میں اوّلاً تھا وہ آخر میں اور جو آخر میں بیان ہوا تھا اُس کو پہلے ذکر کیا جا رہا ہے۔

الف:

چنانچہ طلوع آفتاب سے پہلے کچھ لوگ کدیٰ پہاڑی پر آبیٹھے اور قافلہ کا انتظار کرنے لگے اور کچھ لوگ سورج کے انتظار میں مقرر کر دیئے گئے تاکہ وہ اس کے نکلنے (طلوع) پر خصوصی نظر رکھیں، اب ہوا یہ کہ قافلہ ابھی دور ہی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام کو بھیجا تاکہ ایک طرف تو یہ مقرب فرشتہ سورج کو قافلہ کی آمد سے پہلے طلوع ہونے

سے روکے رکھے اور طلوع نہ ہونے دے، اور دوسری طرف زمین کی اُس مسافت اور بعد و دوری کو سمیٹ دے تا کہ سورج کے کنارے کے زمین سے برآمد ہونے تک قافلہ بھی اپنا سفر طے کر کے مکہ پہنچ جائے، تا کہ محبوب ﷺ کے منہ سے نکلی ہوئی بات سچی ہو جائے۔(۸)

اب اچانک اِن مقرر کردہ آدمیوں سے ایک نے چیخ کر کہا کہ لو یہ دیکھو سورج نکل آیا۔ تو دوسرے نے کہا ہاں لیجئے دیکھئے وہ قافلہ بھی آگیا۔(۹)

تو خاکستری رنگ کا وہ اونٹ جس پر دو دھاری دار بوریاں لدی ہوئیں تھیں واقعی اس قافلے کے آگے آگے تھا، اسکے بعد ان دوسری نشانیوں کی تحقیق کی گئی تو بلاکم وکاست بقیہ اسی طرح پایا جسطرح کہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا تھا۔

ب:

پھر دو پہر کو ایک بڑی جماعت اس پہاڑی پر آئی اور قافلوں کی تاک میں رہنے لگی۔ چنانچہ عین دو پہر کے وقت وہ دوسرا قافلہ پہنچ گیا جیسا کہ حضور ﷺ نے اِس کی آمد کے بارے میں خبر دی تھی اب ان کا اونٹ جب پہنچا تو جو شخص گرا تھا اس کا ہاتھ کلائی واقعی ٹوٹا ہوا تھا، اس نے بتا کہ آپ ﷺ سچ کہتے ہیں کہ جنگل میں بجلی کی طرح وہ ہم پر گزرے تھے، جس سے اونٹ بدکا، اُچھلا، کودا جس کے نتیجے میں میں اس پر سے گر پڑا۔(۱۰)

ج:

غروب کے وقت تیسرے قافلہ کی تاک میں لوگ بیٹھ گئے۔ اب سورج غروب ہونے کے بالکل قریب پہنچ چکا تھا لیکن جس قافلے کی آمد کی خبر دی گئی تھی وہ ابھی نہ پہنچا تھا۔ تو حضور ﷺ نے دعا فرمائی تو سورج غروب ہونے سے روک دیا گیا، پھر جب وہ قافلے والے لوگ پہنچے، تو پھر سورج غروب ہوا۔(۱۱)

پھر ان لوگوں سے برتن سے متعلق تحقیقات کی گئی تو انہوں نے بتایا کہ ہم نے پیالہ میں پانی بھر کر اوپر سے ڈھکنا دیدیا تھا، لیکن جب ہم واپس آئے تو پیالہ ڈھکنے سے اسی طرح بند تھا مگر اس میں پانی نہ تھا پھر اُن لوگوں نے بتایا کہ واقعتاً اونٹ بھاگ گیا تھا اور ہم نے اس وادی میں ایک آواز بھی سنی تھی جس میں اُس جگہ کی نشاندہی کی گئی تھی جہاں اونٹ موجود تھا۔ چنانچہ جب ہم اُس آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس بتائی ہوئی جگہ پر پہنچے تو ہم نے بلاشبہ اپنے اونٹ کا پالیا۔

سوال:

حضور ﷺ نے ان لوگوں کا پانی بلا اجازت کیوں استعمال فرمایا تھا؟

جواب:

دوسرے شخص کیلئے پانی کا پینا عرب کے رواج میں جائز تھا جیسا کہ دودھ کا پینا ہر راہ چلنے والے مسافر کیلئے مباح تھا۔(۱۲)

یہودی کا مسلمان ہونا:

روایت ہے کہ جب حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام معراج شریف سے واپس تشریف لائے تو اسی روز آپ ﷺ گھر سے باہر گئے تو ایک کنیز کو دیکھا وہ آٹے کا مشکیزہ (چمڑے کا تھیلا) کندھوں پر اٹھائے ہوئے روتی چلی جارہی تھی۔ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس سے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے کہا:

''میں فلاں شخص کی کنیز ہوں، مجھے اس نے چکی پر دانے پسوانے بھیجا تھا، لیکن چونکہ میں بیمار ہوں مجھے دیر ہوگئی ہے اس لئے اب ڈر لگتا ہے وہ مالک مجھ پر ناراض ہوگا۔''

حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے آٹے کا مشکیزہ (تھیلا) اس

۸: ''معارج النبوت'' فارسی، جلد :۳، صفحہ :۱۹۹۔
۹: ''تفسیر کشاف'' جلد :۲، صفحہ :۳۵۱۔
۱۰: ''معارج النبوت'' جلد :۳، صفحہ :۱۹۹۔
۱۱: ''مدارج النبوت'' ج :۱، صفحہ :۱۷۲۔ ''خصائص کبریٰ'' جلد :۱، صفحہ :۱۸۰۔
۱۲: ''روح البیان'' جلد :۲، صفحہ :۲۰۶۔

سے لے کر اپنے دوشِ مقدس (مبارک کندے) پر اُٹھایا اور اُس کنیز کو ہمراہ لے کر اُس یہودی کے دروازے پر پہنچے جو اس کا مالک تھا اور دروازے پر دستک دی، تو یہودی باہر آیا اور آپ ﷺ سے عرض کرنے لگا کہ:

"آپ ﷺ آج کس طرح یہاں تشریف لائے؟"

حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے کنیز کی تکلیف کا قصہ سناتے ہوئے اس کی طرف سے سفارش فرمائی، یہ بات سن کر وہ یہودی کہنے لگا کہ:

"کیا آج رات آپ ﷺ کو معراج ہوئی تھی؟"

آپ ﷺ نے فرمایا:

"ہاں! مگر تجھے کس طرح پتہ چلا ہے؟"

چنانچہ وہ یہودی چلا گیا، اور اپنے تمام قبیلے کو اکٹھا کر کے ہمراہ لایا اور توراۃ میں سب کو پڑھ کر سنایا کہ نبی آخر الزماں، رسول اللہ ﷺ کی معراج کی نشانی یہ ہے کہ رات انہیں معراج ہوگی اور اُس سے اگلی صبح کو وہ ایک کنیز کا مشکیزہ (تھیلا) اٹھا کر یہودی کے پاس اس کی طرف سے سفارش کرے گا۔

یہ سن کر یہودیوں کو یقین ہوگیا تو سب بیک زبان کلمہ طیبہ "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" پڑھ کر ایمان لے آئے۔(۱۳)

"وَفِی ھٰذِہِ الْقِصَّۃِ نَظْرٌ لِاَنَّ الْمِعْرَاجَ کَانَ مِنْ مَکَّۃَ وَالْیَھُوْدُ کَانُوْا فِی الْمَدِیْنَۃِ فَتَأَمَّلْ۔"

واضح ہو کہ معراجِ جسمانی کے دلائل ابھی ختم نہیں ہوئے اور اگر پورے لکھے جائیں تو ایک کتاب تیار ہو جائے۔ اب میں یہاں پر معراجِ جسمانی پر صرف ایک اعتراض اور اس کا جواب عرض کرتے ہوئے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔"

سوال:

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ:

"مَا فَقَدْتُ جَسَدَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ لَیْلَۃَ الْمِعْرَاجِ۔"

"معراج کی رات میں نے رسول اللہ ﷺ کا جسم گم نہیں پایا تھا۔"

جواب:

حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو معراج ۱۲ سنہ نبوی میں ہوئی اور حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی شادی مبارکہ ہجرت کے بعد ہوئی، اب ظاہر ہے کہ اُس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا حضور ﷺ کے دولت کدہ میں موجود ہونا بعید ہے۔ لہٰذا حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کسی اور معراج کا تذکرہ فرما رہی ہیں، کتابوں میں لکھا ہے کہ حضور کو چونتیس ۳۴ دفعہ معراج ہوئی ہے جن میں سے ایک بار جسمانی معراج اور باقی سب روحانی ہیں۔(۱۴)

وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔"

۱۳: "معارج النبوت" جلد: ۳، صفحہ: ۲۱۲۔

۱۴: "الیواقیت والجواہر" جلد: ۲، صفحہ: ۳۵۔ "مدارج النبوت" جلد: ۱، صفحہ: ۱۵۷۔

آخری قسط

شمائل ترمذی باب ماجاء فی نعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اشرف العلماء والمشائخ خواجہ پیر مفتی محمد اشرف القادری محدث نیک آبادی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

۔۔۔گذشتہ سے پیوستہ۔۔۔

حدیث نمبر: ۷۹

امام ترمذی نے فرمایا:

"حَدَّثَنَا اَحۡمَدُ بۡنُ مَنِیۡعٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوۡ اَحۡمَدَ قَالَ اَخۡبَرَنَا سُفۡیَانُ عَنِ السُّدِّیِّ قَالَ حَدَّثَنِیۡ مَنۡ سَمِعَ عَمۡرَوَ بۡنَ حُرَیۡثٍ یَقُوۡلُ رَاَیۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰہِ ﷺ یُصَلِّیۡ فِیۡ نَعۡلَیۡنِ مَخۡصُوۡفَتَیۡنِ۔"

"ترمذی نے کہا ہم کو یہ حدیث احمد بن منیع نے بیان کی، انہوں نے کہا ہم کو امام ابو احمد نے بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں یہ حدیث حضرت سفیان ثوری نے بیان کی، سفیان ثوری اس حدیث کو حضرت شیخ سدی سے روایت کرتے ہیں، شیخ سدی نے کہا مجھ سے یہ حدیث اس شخص نے بیان کی کہ جس نے حضرت عمرو بن حریث صحابی سے سنا، حضرت عمرو بن حریث فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنے نعلین مبارک پہنے ہوئے نماز ادا فرما رہے تھے اور یہ نعلین مبارک مرمت شدہ (گانٹھے ہوئے) تھے۔"

پہلی بات قابل غور ہے کہ صحابی فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نعلین پہن کر نماز ادا فرماتے ہوئے دیکھا۔

محدثین فرماتے ہیں:

"تَحۡمِلُ اَنَّہٗ کَانَ فِیۡ صَلٰوۃِ الۡجَنَازَۃِ اَوۡ غَیۡرِھَا۔"

اس میں احتمال یہ ہے کہ یہ نماز جنازہ ہوگی یا اس جیسی کوئی اور نماز، اس سے یہ بات معلوم ہوتی کہ جوتے پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے ثابت ہے۔

مگر یہاں شارحین یہی بات لکھتے ہیں کہ جوتے پہن کر آدمی نماز پڑھ سکتا ہے جنازہ وغیرہ کی:

"لٰکِنۡ اِنۡ کَانَتَا طَاھِرَتَیۡنِ۔"

"لیکن شرط یہ ہے کہ جوتے پاک ہوں"۔

اگر پاک ہونے کا یقین نہیں ہے تو جس طرح ناپاک لباس میں نماز پڑھنا ناجائز اور گناہ ہے اور نماز نہیں ہوتی اسی طرح چونکہ جوتے بھی لباس کا حصہ ہیں اس لئے نماز کیلئے ان کا بھی پاک ہونا ضروری ہے اگر پہن کر نماز پڑھی جائے تو۔

ہمارے ائمہ حنفیہ کے نزدیک دو شرطوں کے ساتھ جوتے پہن کر نماز پڑھ سکتے ہیں۔

پہلی شرط یہ ہے کہ جوتے پاک ہونے کا یقین ہو۔

دوسری شرط یہ ہے کہ ان کے نچلے حصے یعنی تلے میں اتنی نرمی ہو کہ وہ بآسانی مڑ سکے، اتنا کہ حالت سجدہ میں انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف ہو جائے اور انگلیوں کا پیٹ جوتوں کے توسط سے زمین پر لگ جائے۔

اس لئے کہ انگلیوں کا پیٹ زمین پر لگنا سجدہ میں ضروری ہوتا ہے۔ ہمارے فقہا نے یہ بھی لکھا ہے کہ نیا جوتا پہنو تو ان کو پہن کر دو نفل شکرانے کے ادا کرنے چاہیں۔ لیکن اس صورت میں بھی شرائط وہی ہیں۔

مگر یہ بات یاد رہے کہ ہمارے ہاں عام طور پر یہ جو جوتے

استعمال کئے جاتے ہیں وہ یقیناً ناپاک ہوتے ہیں اس لئے کے یہاں گلیوں میں گٹر ابلتے رہتے ہیں اور جب بھی بارش ہوتی ہے تو بارش کا پانی بھی نالیوں کے ناپاک پانی کے ساتھ مل کر ناپاک ہوجاتا ہے تو ہم جب ان گلیوں میں چلتے ہیں تو جوتے یقیناً ناپاک ہوجاتے ہیں۔اب اگرچہ جوتوں پر ظاہراً نجاست نہ ہو مگر ان جوتوں نے نجاست کو جذب تو کیا ہوا ہے۔لہٰذا بات وہی ہے جوتے پہن کر نماز جنازہ وغیرہ بھی نہ پڑھی جائے۔کیوں کے عام طور پر جوتے ناپاک ہی ہوتے ہیں۔

پروفیسر والی بات:

یہ بات اس وقت ہے جب یہ حدیث صحیح ہو تب ہمیں جواب دینے کا یہ تکلف کرنا پڑے گا اس لئے کہ حدیث کی سند میں ایک راوی شیخ سدی ہے اور اس کے بارے میں محدثین کے ناقدین نے لکھا ہے کہ ضعیف ہے۔اور دوسرے نمبر پر شیخ سدی نے جس سے حدیث بیان کی اس کا نام نہیں لیا اور یوں کہا:

"حَدَّثَنِیْ مَنْ سَمِعَ عَمْرَو بْنَ حُرَیْثٍ۔

صحابی سے سنی تھی اب وہ کون ہے؟ اسکا نام مذکور نہیں اور محدثین کرام نے بڑا غور و خوض کرنے کے بعد اس کا نام کسی دوسری سند سے نکال کر ظاہر نہیں کیا۔تو پتہ چلا ایک راوی مجہول یا مبہم موجود ہے جس کے نام کا بھی علم نہیں اور اس کے کام کا بھی۔تقویٰ اور قوت حافظہ کے بارے میں بھی کوئی علم نہیں اور فاسق ہونے یا نا ہونے کا بھی علم نہیں لہٰذا یہ حدیث دو وجہ سے ضعیف ہے۔

عمرو بن بن حریث صغیر صحابی ہیں چھوٹی عمر کے یہ قریشی ہیں مخزومی ہیں۔نبی کریم ﷺ کے دور کے رشتہ دار ہیں جس وقت نبی کریم ﷺ کی وفات شریف ہوئی تو ان (عمرو بن حریث) کی عمر دس برس تھی۔

لہٰذا یہ حدیث دو وجہ سے قابل رد ہے، قابل استدلال نہیں۔

اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے نعلین مبارکین گائے کے چمڑے کے بنے ہوئے تھے۔تو یہ کوئی ضروری نہیں کہ ہمیشہ گائے کے چمڑے کے ہوں یہ تو ان نعلین کی بات ہو رہی ہے جن کو صحابی نے ایک وقت میں دیکھا اور ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں خصوصاً اعلان نبوت کے جو تئیس سال کا عرصہ ہے اس میں کئی نعلین استعمال فرمائے ہونگے۔جبکہ ان میں سے ایک نعلین یہ تھے جن کا یہاں ذکر ہوا کہ وہ گائے کے چمڑے کے تھے اور گائے کا چمڑا صاف کر کے بال وغیرہ اتار کر اس سے بنائے گئے تھے۔

حدیث نمبر:۸۰

امام ترمذی فرماتے ہیں:

"حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَی الْاَنْصَارِیُّ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْنٌ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ (الْاَعْرَجِ) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ لَا تَمْشِیَنَّ اَحَدُكُمْ فِیْ نَعْلٍ وَّاحِدٍ وَلِیَنْعَلْهُمَا جَمِیْعًا اَوْلِیُحْفِهِمَا۔"

امام فرماتے ہیں ہمیں اسحٰق بن موسیٰ انصاری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہم کو حضرت معن نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں امام مالک بن انس (چار اماموں میں سے ایک) نے خبر دی وہ حضرت ابوالزناد تابعی سے روایت کرتے ہیں وہ حضرت عبدالرحمٰن سے وہ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے راوی رسول پاک نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ایک جوتے میں نہ چلے یا دونوں پاؤں کو جوتا پہنائے یا دونوں اتار دے۔

یعنی ایک جوتا پہن کو کوئی نہ چلے یا دونوں پہن لے یا دونوں اتار دے۔اس حدیث پاک میں ممانعت تنزیہہ کیلئے ہے اور اسکی وجوہات کئی ہیں۔

۱: حدیث پاک میں ہے:

"اِنَّهَا مِشْیَةُ الشَّیْطٰنِ۔

"ایک جوتا پہن کر چلنا ایسا چلنا ہے کہ ایسے شیطان چلتا ہے۔"

۲: اسی طرح محدثین نے فرمایا چونکہ ایک جوتا پہن کر چلنے سے توازن برقرار نہیں رہتا اور پھسلنے اور گرنے کا خطرہ ہوتا ہے۔

۳: امام بیہقی فرماتے ہیں جو بھی ایسے شخص کو دیکھے گا وہ مسلسل

دیکھتا رہے گا اور لوگوں کو بڑا عجیب محسوس ہوگا اور اس انداز سے چلنا کوئی باعث عزت نہیں۔

لیکن یہ ممانعت تنزیہ کیلئے ہے اور کوئی کسی مجبوری کیلئے ایسا کرتا ہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔

چنانچہ حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور عبداللہ ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ان کو دیکھا گیا کہ یہ ایک جوتے پہن کر چل رہے تھے۔ دونوں صحابیوں کے الگ الگ واقعات ہیں جن میں ایک جوتا پہن کر چلنا مذکور ہے۔

ایک روایت حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ:

''نبی کریم ﷺ کے نعلین مبارکہ میں گر ایک نعل کا تسمہ ٹوٹ جاتا تو نبی کریم ﷺ ایک ہی نعل پاک پہن کر چلتے "حَتّٰی یُصْلِحَهَا" حتیٰ کہ آپ اسکو جوڑ نہ لیتے۔''

یہ حدیث اس حدیث کے خلاف ہے اور ضعیف ہے محدثین اس کو رد فرماتے ہیں۔ اور محدثین ایسی احادیث کو جو صحیح احادیث کے مخالف ہوان کو شاذ ضعیف یا منکر کہتے ہیں ایسی احادیث پر عمل کرنا جائز نہیں۔

چنانچہ محدثین کرام سے مروی ہے کہ وہ حضرت قاضی عیاض اور دوسرے اکابر ائمہ دین سے روایت کرتے ہیں کہ اس بات پر ائمہ دین کا اجماع واقع ہوا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا یہ حکم یا تو دونوں جوتے پہن کر چلو یا اتار کر چلو۔ یہ حکم استحباب کیلئے ہے صاحب عذر اس میں شامل نہیں ہے، صاحب عذر کرسکتا ہے اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

اس حدیث میں باب کے عنوان کے لحاظ سے ایک تو پتہ چلا کہ نبی کریم ﷺ کا نعل مبارک اگر پھٹ جاتا یا ٹوٹ جاتا تو آپ جڑوا بھی لیتے اور کبھی خود بھی جوڑ لیتے تھے اور اس کو استعمال فرماتے تھے۔ پتہ چلا مرمت شدہ جوتے پہننا سنت ہے اگر کوئی شخص سنت کی نیت سے ایسا کرے گا تو ثواب پائے گا۔ اگر کوئی ایسا نہیں کرتا تو بھی کوئی حرج نہیں مگر ایک ثواب سے محروم رہے گا اور دوسرا یہ کہ کیا ہی اچھا ہو اگر کوئی خود نہیں پہننا چاہتا تو اس کو مرمت کروا کر اپنے کسی غریب بھائی کو دے دے۔

حدیث نمبر: ۸۱

امام فرماتے ہیں:

"حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْنٌ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى أَنْ يَأْكُلَ الرَّجُلُ بِشِمَالِهٖ أَوْ يَمْشِيَ فِي نَعْلٍ وَاحِدٍ۔"

''ہم سے اسحٰق بن موسیٰ انصاری نے حدیث بیان کی، انہوں نے فرمایا ہمیں معن نے خبر دی، انہوں نے فرمایا ہمیں امام مالک نے خبر دی، وہ حضرت ابوالزبیر تابعی سے راوی وہ حضرت جابر بن عبداللہ صحابی سے راوی کہ نبی کریم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی آدمی اپنے بائیں ہاتھ سے کھائے یا آدمی ایک جوتا پہن کر چلے۔''

یہاں دو مسئلے ہیں:

ایک تو بائیں ہاتھ سے کھانا کھانا منع ہے۔

اور دوسرا ایک جوتا پہن کر چلنا منع ہے۔

بقیہ تفصیلی بات پہلے گزر چکی ہے۔ یہاں ایک حدیث محدثین نے بیان فرمائی:

''نبی کریم ﷺ کے یہاں دسترخوان لگا ہوا تھا وہاں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا جس کو بائیں ہاتھ سے کھانے کی عادت تھی جب اس نے بایاں ہاتھ کھانے کی طرف بڑھایا تو نبی کریم ﷺ نے اس کو سمجھایا:

"يَا عَبْدَ اللّٰهِ كُلْ بِيَمِيْنِكَ۔"

''اے اللہ کے بندے دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔''

تو وہ منافق تھا اس نے جان بوجھ کر عرض کیا حضور:

"إِنِّيْ لَا أَسْتَطِيْعُ أَنْ آكُلَ بِالْيَمِيْنِ۔"

''میں دائیں ہاتھ سے نہیں کھا سکتا۔''

آپ نے فرمایا:

"كُنْ كَذَالِكَ۔"

''ایسا ہی ہوجا۔''

اسکے بعد ساری عمر وہ دائیں ہاتھ سے کھانا نہیں کھا سکا۔''

ایک تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ دائیں ہاتھ سے کھانا کھانے کی اہمیت کیا ہے۔

اور دوسری بات یہ نبی کریم ﷺ کی چھوٹی سے چھوٹی سنت سے بھی اگر کوئی نفرت کا اظہار کرے اور اس سے اعراض کرے تو ایسا شخص مبتلائے عذاب ہوگا دنیا میں بھی آخرت میں بھی۔

حدیث نمبر: ۸۲

"حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ عَنْ مَالِكٍ حَوَّلَنَا وَاَخْبَرَنَا اِسْحٰق ابْنُ مُوْسٰی قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْنٌ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِذَا انْتَعَلَ اَحَدُکُمْ فَلْیَبْدَاْ بِالْیَمِیْنِ وَاِذَا نَزَعَ فَلْیَبْدَاْ بِالشِّمَالِ فَلْتَکُنِ الْیُمْنٰی اَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ وَاٰخِرَهُمَا تُنْزَعُ۔"

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں کوئی شخص جوتا پہنے تو پہلے دایا جوتا پہنے اور جس وقت اتارے تو پہلے بایاں جوتا اتارے۔"

یہ نبی کریم ﷺ کی زندگی کا معمول تھا جب بھی اہم اور شان والا کام کرتے تو دائیں ہاتھ سے کرتے تھے اور جن کاموں میں کوئی شان والا نہیں ان کو بائیں ہاتھ سے کرتے تھے۔

پھر فرمایا جب جوتا پہنو تو پہننے میں اوّل دایاں ہونا چاہئے اور جب اتارو تو اتارنے میں اوّل بایاں ہونا چاہئے۔ یہ حدیث کے الفاظ دوبارہ وضاحت کیلئے آئے۔

اس حدیث میں جوتے پہننے اور اتارنے کا طریقے بنائے گئے۔ اسی طرح جب مسجد میں آنے تو پہلے دایاں پاؤں داخل کرے اور جب نکلے مسجد سے تو بایاں پاؤں پہلے نکالو اسی طرح جب قضائے حاجت کیلئے جاؤ تو طہارت خانے میں پہلے بایاں پاؤں رکھو جب نکلو تو پہلے دایاں پاؤں نکالو۔

حدیث نمبر: ۸۳

امام فرماتے ہیں:

"حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسٰی مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنَا اَشْعَثُ هُوَ اِبْنُ اَبِیْ شَعْثَاءَ عَنْ اَبِیْ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یُحِبُّ الْیَمِیْنَ مَا اسْتَطَاعَ فِیْ تَرَجُّلِهٖ وَتَنَعُّلِهٖ وَطُهُوْرِهٖ وَفِیْ شَانِهٖ کُلِّهٖ۔"

"امام ترمذی فرماتے ہیں ہم کو یہ حدیث ابو موسیٰ محمد بن مثنی نے بیان کی انہوں نے فرمایا ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی انہوں نے فرمایا ہمیں امام شعبہ نے خبر دی انہوں نے فرمایا ہمیں اشعث بن الوشعثاء نے خبر دی اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا اور وہ حضرت مسروق تابعی سے روایت کرتے تھے اور وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ سے روایت کرتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ فرماتی ہیں حضور نبی کریم ﷺ کسی بھی کام کے داہنی طرف سے شروع کرنے کو ترجیح دیتے تھے جب تک ہو سکے۔ کنگی کرنے میں (دائیں طرف سے شروع کرتے) جوتا پہننے میں اور وضو کرنے میں یعنی وضو کرنے میں جو دو اعضاء ہیں ان میں سے پہلے دائیں عضو کو دھوتے پھر بائیں کو۔

محدثین کرام نے نتیجہ نکالا:

"اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یُرَاعِی التَّیَمُّنَ مِنَ الْفَرْقِ اِلَی الْقَدَمِ وَفِیْ کُلِّ الْبَدَنِ۔"

"نبی کریم ﷺ اپنی مانگ مبارک سے لیکر قدم شریف تک پورے بدن مبارک میں تیمن کو پسند فرماتے۔"

یعنی جو بھی کام کرتے دائیں طرف سے شروع کرنا پسند فرماتے تھے۔ یعنی تمام عزت والے کاموں کا دائیں طرف سے شروع کرتے تھے۔

حدیث نمبر: ۸۴

امام فرماتے ہیں:

"حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَرْزُوْقٍ اَبُوْعَبْدِاللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ قَیْسٍ اَبُوْمُعَاوِیَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ (بْنِ سِیْرِیْنَ) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ تعالیٰ

عَنۡهُ کَانَ لِنَعۡلِ رَسُوۡلِ اللهِ ﷺ قِبَالَانِ وَاَبِیۡ بَکۡرٍ وَعُمَرُ اَوَّلُ مَنۡ عَقَّدَ عَقۡدًا وَاحِدًا عُثۡمَان رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنۡهُ۔"

''امام فرماتے ہیں ہم سے یہ حدیث محمد بن مرزوق نے بیان کی، انہوں نے فرمایا ہم سے یہ حدیث عبدالرحمٰن بن قیس محدث نے بیان کی، انہوں نے فرمایا ہم سے یہ حدیث ہشام نے بیان کی، وہ حضرت محمد بن سیرین سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنۡهُ سے روایت کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ کے نعل مبارک کے دو اسٹریپ تھے، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے نعل بھی دو دو اسٹریپ تھے اور سب سے پہلے حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنۡهُ نے ایک سٹریپ والا جوتا پہنا۔''

اس سے یہ ثابت ہوا کہ اگر کوئی شخص ہو بہو اسی طرح کا جوتا پہنے جس طرح کے نبی کریم ﷺ نے پہنے یہ سوچ کر کہ میرے آقا ﷺ اس طرح کے پہنتے تھے تو یقیناً ثواب ہوگا۔

لیکن اگر کوئی شخص اسطرح کے نہ پہنے تو بھی کوئی حرج نہیں کسی بھی قسم کے جوتے پہن سکتا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کے استاد گرامی حافظ علامہ امام زین العابدین عراقی نے کچھ اشعار بیان فرمائے ہیں جن میں نبی کریم ﷺ کے نعلین کے بارے کچھ بیان فرمایا ہے:

وَنَعۡلُهُ الۡکَرِیۡمَةُ الۡمُصَوَّنَةُ

''نبی کریم ﷺ کا کریم اور معزز پاپوش جو ہر قسم کی غیر اہتمامی چیز سے محفوظ ہے۔''

طُوۡبٰی لِمَنۡ مَسَّ بِهَا جَبِیۡنَهٗ

''وہ جنت کا مقام (طوبیٰ) اس شخص کیلئے ہے جو اپنی جبین (ماتھے) کو سرکار کے نعل پاک سے ساتھ مس کرے گا۔ یعنی اس نعل پاک کو اپنے ماتھے پر رکھے گا۔

لَهُمَا قِبَالَانِ بِسَیۡرٍ

وهی صبتان صبة شعرهما

''سرکار ﷺ کے نعل پاک کے دو اسٹریپ تھے اور تسمہ بھی ہو۔''

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ نبی کریم ﷺ کے نعل پاک کے پچھلے حصے پر ایڑی والی سائیڈ بھی یا تو اسٹریپ تھا یا ویسے چمڑا لگا ہوا تھا جسطرح بند جوتے کے پچھلے حصے پر ہوتا ہے۔ اور جو اسٹریپ نعلین پاک پر تھے وہ ایسے چمڑے کے تھے جن سے بال صاف کئے گئے تھے۔

وطوها شیر واصبعان

اور نعل مبارک کی لمبائی ایک بالشت اور دو انگل تھی اور یہ ایسے آدمی کی بالشت تھے جو میانہ قد ہو اور اسکی انگلیاں لمبائی مائل ہوں اور ان میں گوشت بھرا ہوا ہو۔ آدمی کی ایک بالشت اور دو انگل۔

وعرضها مما یلی الکعبین

سبع اصابع وبطن القدم

نبی کریم ﷺ کے جہاں ٹخنے مبارک ہوتے تھے وہاں سے نعل پاک کا تلا مبارک سات انگل چوڑا ہوتا تھا اور یہ اس وقت کا رواج تھا کہ ایڑی کی طرف سے تلا خوب چوڑا رکھتے تھے اور پاؤں کے درمیانی حصے کے مقام پر جو تلا مبارک تھا وہ پانچ انگلیوں کے برابر تھا۔

وفوق ذا فست

اور اس سے آگے جو نیچے کا حصہ تھا وہاں سے تلا چھ انگل کے برابر تھا۔

اور نعل مبارک بالکل اگلا حصہ حدیث پاک میں ہے۔ زبان کی طرح تھا۔ ''لسن'' کا لفظ استعمال ہوا ہے اور ''لسن'' لسان کی جمع ہے۔

ایک اور ضروری مسئلہ کہ زمانہ تابعین کے آخیر میں بعض اتبع تابعین نے نعلین پاک کا نقشہ بنایا یہ تاریخ کے لحاظ سے ہمیں پتہ چلا ورنہ ہو سکتا ہے اس سے پہلے بھی ہو اور پھر اس سے توسل کرنے تھے، انکی شرعی حیثیت کیا ہے؟

ارشادِ ربانی ہے:

"وَمَنۡ یُّعَظِّمۡ شَعَآئِرَ اللهِ فَاِنَّهَا مِنۡ تَقۡوَی الۡقُلُوۡبِ۔"

''جو شخص اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ اس بات کی دلیل ہے اس کا دل متقی ہے۔''

شعائر ”شعیرہ“ کی جمع ہے۔ شعیرہ کسی چیز کی مخصوص علامت کو کہتے ہیں۔ شعائر اللہ جب کہا جائے تو مطلب یہ ہے جو اللہ کی مخصوص نشانیاں جو اللہ کی طرف توجہ دلاتی ہیں جن کو دیکھنے یا سننے سے اللہ تعالیٰ یاد آجائے۔

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رَحمَۃُ اللہِ تَعَالیٰ عَلَیہِ اپنی کتاب ”حجۃ اللہ البالغہ“ میں فرماتے ہیں:

یوں تو اللہ کی نشانیاں بہت ساری ہیں مگر ان میں سے سب سے زیادہ افضل چار چیزیں ہیں:

”قرآن مجید، ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، کعبۃ اللہ، نماز۔“

جگہوں میں سے بڑی نشانی کعبہ ہے اور اعمال سے نماز اور صفات میں کلام اللہ اور ذوات میں سے سب سے بڑی علامت ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

مگر امام شاہ ولی اللہ کی یہ بات کہ جگہوں میں سے کعبۃ اللہ سب سے بڑی اللہ کی نشانی ہے اس سے اکابر اہل سنت اتفاق نہیں کرتے وہ فرماتے ہیں جگہوں میں سب سے افضل زمین کا وہ حصہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور میں ہے جو آپ کے جسم انور کیساتھ ملا ہوا ہے۔

ایک قول ائمہ محدثین نے متعدد احادیث کو جوڑ کر بیان کیا کوئی شخص جیسا ہو اس کی روح ویسی ہی جگہ پر رہتی ہے کوئی برا ہو تو اسکی روح بت خانے میں یا شراب خانے میں یا جہنم میں اسکی برائی کے لحاظ سے رہتی ہے۔

اور جو اچھا ہو کسی کی روح کعبہ میں، کسی کی مسجد میں، کسی کی اسکی قبر میں، کسی کی عرش مجید پر، کسی کی جنت میں علی حسب المراتب رہتی ہے۔

اس بات پر اتفاق ہے تمام نیک لوگوں میں افضل ترین ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے تو شخص کی روح ایسی جگہ پر رکھی جاتی ہے جو اس کے درجے کے مناسب ہو مگر جب آقائے دوعالم کی روح قبض کی گئی تو فرشتوں میں بحث ہوتی کہ آپ کی روح کہاں رکھی جائے تو مختلف جگہوں کے نام لئے گئے کعبہ شریفہ کا نام لیا گیا، روحِ پاک اس سے بھی افضل عرش مجید کا نام لیا گیا جواب دیا گیا اس سے بھی افضل ہے۔

تو ان میں سے جو بڑے فرشتے تھے انہوں نے کہا کائنات میں اس روح پاک کیلئے سب سے افضل جگہ جسم پاک ہی ہے لہٰذا اس کو وہیں لوٹا دیا جائے۔

تو جسم مبارک سب سے افضل ہے۔ اسکے بعد قبر انور کا وہ حصہ جو حضور کے جسم مبارک کیساتھ ملی ہوئی ہے۔

”سنن ترمذی“ میں حدیث آتی ہے:

”کعبۃ اللہ کی طرف دیکھ کر حجۃ الوداع کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، مسلمانو! جان لو:

”اِنَّ حُرۡمَۃَ الۡمُؤۡمِنِ اَعۡظَمُ عِنۡدَاللہِ مِنۡ حُرۡمَۃِ الۡکَعۡبَۃِ۔“

”کہ ایک مومن کامل کا مرتبہ اللہ کے نزدیک کعبۃ اللہ سے زیادہ ہے۔“

جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک کامل غلام کی عظمت کعبۃ اللہ تعالیٰ سے زیادہ ہے تو خود آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام کیا ہوگا؟

لہٰذا ہم شاہ ولی اللہ کی یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ جگہوں میں سے سب سے عظمت والا نشان کعبۃ اللہ ہے ہاں وہ اللہ کے شعائر میں سے ایک عظیم نشان ہے۔

اسکے علاوہ ہر وہ چیز جس کو دیکھنے سے اللہ کی یاد آئے وہ شعائر اللہ میں سے ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

”اِنَّ الصَّفَاءَ وَالۡمَرۡوَۃَ مِنۡ شَعَائِرِ اللہِ۔“

”بیشک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیاں ہیں۔“

یہ اللہ کی نشانیاں کیوں ہیں؟ حضرت اسماعیل عَلَیہِ السَّلَام جب شیر خوارگی کی عمر میں تھے تو پیاس کے باعث حضرت ہاجرہ کا دودھ خشک ہوگیا اور پانی بھی ختم ہوگیا تو پیاس کی وجہ سے جب حضرت اسماعیل عَلَیہِ السَّلَام نے تڑپنا شروع کیا تو حضرت ہاجرہ قرار میں نہ رہ سکیں اور ان پہاڑیوں کے درمیان چکر لگا تیں کبھی ایک پہاڑی پر چڑھ کر دیکھتی اور کبھی دوسری پر، یہاں تک کہ یہ سفر سات چکر

بن گئے۔ اور دونوں پہاڑیوں کے درمیان ایک نالہ تھا جس میں سے سیلاب کا پانی گزرتا تھا جب اس نالے میں گزرتیں تو بیٹا آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا اسلئے وہاں سے دوڑ کر گزرتیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جس طرح حضرت ہاجرہ نے کیا ویسے ہی حج اور عمرہ میں کرو۔''

اور حکم نازل ہونے کی وجہ یہ تھی کہ زمانہ جاہلیت میں ان دو پہاڑیوں پر کفار نے بت رکھے ہوئے تھے تو جب ان کے درمیان چکر لگانے کا حکم ہوا تو بعض لوگوں پر یہ بات شاق گزری کہ یہ وہی جگہ جہاں ہم بت پرستی کرتے تھے تو کہیں یہ بت پرستی کے مشابہ نہ ہو جائے تو حضرت جبرائیل امین یہ آیت لیکر نازل ہوئے:

''اِنَّ الصَّفَاءَ وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰہِ۔''

''یہاں پر میری نیک بندی حضرت ہاجرہ کے قدم مبارک لگے ہیں اس لئے یہ اللہ کی نشانیاں ہیں۔

تو جہاں حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدم لگے وہ جگہ اللہ کی نشانیاں ہیں تو جہاں امام الانبیاء ﷺ کے قدمین شریفین لگے وہ جگہ بھی یقیناً شعائر الٰہیہ میں سے ہے۔

اور وہ جگہ سب سے پہلے سرکار کی نعلین مبارک ہیں تو وہ بھی اللہ کے شعائر میں سے ہیں۔

اب بعض عشاق نے نعل پاک کا نقش بنایا جن لوگوں کو سرکار کے نعلین پاک کی زیارت کیلئے میسر نہ تھے ان کے لئے نعلین پاک کی ایک تصویر اور صورت بنادی۔

اور پھر سلسلہ صدیوں سے چلا آرہا ہے کہ اس نقشے کو احتراماً اپنے سر کا تاج سمجھتے ہیں اور اس کے توسل سے دعائیں بھی کرتے ہیں اور اللہ کے فضل و کرم سے دعائیں قبول بھی ہوتی ہیں۔

اور سلسلہ کب سے شروع ہوا؟ امام مالک اتبع تابعین میں سے ہیں آپکے بہنوئی ابواویس عبداللہ بن عبداللہ بن اویس جنکی وفات ۱۶۷ھ میں ہوئی یہ بھی اتبع تابعین میں سے ہیں اور وہ ہستی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے نعل پاک کا نقشہ بنایا۔ یہ اکابر ائمہ دین کا زمانہ ہے۔

اکابر تابعین اور اتبع تابعین کا زمانہ ہے اس زمانے میں امام اجل ابواویس عبداللہ بن عبداللہ بن اویس نے یہ نقشہ بنایا اور اس کو اپنے سر پر رکھتے اور اسکے توسل سے دعائیں مانگتے تو آپکی دعائیں قبول ہوئیں۔

پھر ان سے دوسرے ائمہ بھی لے جاتے یہ خیر القرون کا زمانہ ہے۔

حدیث پاک ہے:

''خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُم۔''

''بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے اسکے بعد صحابہ کرام کا زمانہ پھر تابعین کا زمانہ اور اتبع تابعین کا زمانہ ہے۔

خیر القرون میں نقشہ نعل بنایا گیا۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت، امام عشق ومحبت الشاہ امام احمد رضا خان نے ''فتاویٰ رضویہ'' میں ۶۲ نام ائمہ محدثین اور اکابر ائمہ دین کے نام گنوائے جنہوں نے یا تو نعل پاک کا نقشہ بنایا اس سے توسل کیا یا اس کی محبت میں اشعار لکھے۔

''زاد السعید'' مولانا اشرف علی تھانوی کی کتاب ہے جس کے آخر میں ایک اور رسالہ مولانا نے جوڑا ہے ''نیل الشفاء بنعل المصطفےٰ ﷺ''

اسکے صفحہ ۴۵ پر لکھا ہے:

''یہ ناچیز اشرف علی عرض کرتا ہے ان دنوں ہم لوگوں کے کثرت معاصی سے کچھ ہجوم بلیاتِ صوریہ ومعنویہ ہے ان کا علاج بجز اصلاح اعمال وتوبہ واستغفار کے کچھ نہیں ہے مگر ہم لوگوں کے قلب وزبان کی جو کیفیت ہے وہ معلوم ہے البتہ اگر کوئی وسیلہ قوی ہو تو اسکی برکت سے حضور قلب بھی میسر ہوسکتا ہے اور امید قبول بھی قریب ہے۔ من جملہ ان وسائل کو بتجربۂ بزرگانِ دین نقشۂ نعل مقدسِ حضور سرورِ عالم فخر آدم نہایت قوی البرکت اور سریع الاثر پایا گیا ہے۔ اس لئے اسلامی خیر خواہی ہوئی اس کے باعث ہوئی کے تمثال خیر النعال حسب روایت امام زین العابدین عراقی محدث مسلمانوں کی نذر کی جائے کہ اپنے پاس رکھ کر برکت حاصل کریں اور اپنی معروضات اور حاجات جناب باری تعالیٰ میں قبول کرائیں۔

اس نقشہ شریف کے آثار وخواص وفضائل کو کون شمار لاسکتا ہے مگر اس مقام پر نہایت اختصار کے ساتھ کتب معتبرۂ علماء، محدثین ومحققین میں چند برکتیں اور اشعار مشتمل بر ذوق وشوق نقل کئے جاتے ہیں کہ جسکے پڑھنے سے حضور ﷺ کا عشق اور محبت پیدا ہو۔ اور بوجہ غلبہ محبت بلا تکلف آپ کا اتباع نصیب ہو۔ جو اصل مقصود اور سرمایہ نجات دنیوی واُخروی ہے۔

آگے لکھا طریق توسل:

بہتر یہ ہے کہ آخر شب میں اٹھے کر وضو کرکے تہجد جس قدر ہو سکے پڑھے، اسکے بعد ۱۱بار درود شریف ۱۱بار کلمہ طیبہ ۱۱بار استغفار پڑھ کر اس نقشہ کو باادب اپنے سر پر رکھ لے اور اور بتضرع نام جناب باری تعالیٰ میں عرض کرے کہ الٰہی جس پیغمبر ﷺ کے نقشۂ نعلین شریف کو میں سر پر لئے ہوئے ہوں میں ان کا ادنیٰ درجے کا غلام ہوں۔ الٰہی اس نسبت غلامی پر نظر فرما کر برکت اس نعل شریف کے میری فلاں حاجت پوری فرمائیے، مگر خلاف شرع کوئی حاجت نہ کرے پھر سر سے اسکو اتار کر اپنے چہرہ پر ملے، اسکو بوسے دے محبت کیساتھ پھر نبی کریم ﷺ کی نعت شریف پڑھے۔

اسکے بعد مولانا نے عنوان قائم کیا بعض آثار اور خواص نقشہ نعل شریف اور آگے لکھا:

علامہ محدث حافظ تلمسانی ''فتح المنعال فی مدح خیر النعال'' میں فرماتے ہیں:

''اس نقشہ شریفہ کے منافع ایسے کھلم کھلا ہیں کہ بیان کی ضرورت نہیں من جملہ ان کے کہ ابوجعفر امام کہتے ہیں کہ میں نے ایک طالبعلم کیلئے یہ نقشہ بنوا دیا تھا وہ طالب عالم ایک دن آ کر کہنے لگا میں نے شب گزشتہ میں اسکی عجیب برکت دیکھی۔ میری بی بی کو اچانک ایسا درد ہوا کہ قریب بہ ہلاکت ہوگئی، میں نے یہ نقشہ شریف درد کی جگہ پر رکھ کر عرض کی:

''الٰہی مجھ کو صاحب نعل شریف کی برکت دکھلائیے۔''

اللہ تعالیٰ نے اسی وقت شفا عنایت فرمائی۔

پھر علامہ تلمسانی فرماتے ہیں کہ امام قاسم بن محمد کا قول ہے:

''اسکی آزمائی ہوئی برکت یہ بھی ہے جو شخص اس کو تبرکاً اپنے پاس رکھے، ظالموں کے ظلم، دشمنوں کے غلبے سے، شیطانِ سرکش سے حاسد کی نظر بد سے امن وامان میں رہے گا۔ اور اگر حاملہ عورت دردِ زہ کی شدت میں اسکو اپنے دائیں ہاتھ میں رکھے بفضلہ تعالیٰ اسکی مشکل فوراً آسان ہوگی۔

امام ابن حبیب النبی فرماتے ہیں کہ:

''ان کو ایک دُمَّل نکلا (پھوڑا) کہ کسی کی سمجھ میں نہیں آتا تھا نہایت سخت درد ہوا کسی طبیب کو اسکی دوا سمجھ نہ آئی تو انہوں نے یہ نقش شریف درد کی جگہ پر رکھ لیا معاً ایسا سکون ہوا کہ گویا کبھی درد تھا ہی نہیں۔''

امام تلمسانی فرماتے ہیں:

''ایک اثر خود میرا آزمایا ہوا ہے کہ بار سفر دریائے شور کا اتفاق ہوا، ایک دفعہ ایسی حالت ہوئی کہ سب ہلاکت کے قریب ہوگئے، کسی کو بچنے کی امید نہ تھی اس ناامیدی میں میں نے وہ نقشہ ناخدا کے پاس بھیج دیا کہ اس سے توسل کرو، اس نے توسل کیا تو اسی وقت اللہ تعالیٰ نے عافیت عطا فرمائی۔

امام محمد الجزری ''الحصن الحصین'' کے مصنف ہیں وہ فرماتے ہیں:

''جو شخص اس نقش کو اپنے پاس رکھے خلائق میں مقبول رہے گا اور پیغمبر صاحب ﷺ کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوگا اور یہ نقش شریف جس لشکر میں ہو اس کو شکست نہ ہوگی۔ اور جس قافلے میں ہو لوٹ مار سے محفوظ رہے گا، جس اسباب میں ہو چوروں سے محفوظ رہے گا، جس کشتی میں ہو غرق ہونے سے بچے گی، جس حاجت میں اس سے توسل کرے پوری ہوگی''۔

امام محمد بن محمد الجزری فرماتے ہیں:

یَا طَالِبًا تِمثَالَ نَعلِ نَبِیِّہٖ

''اے وہ شخص جو اپنے نبی ﷺ کے نعل مبارک کے نقشے کو تلاش کرتا ہے۔''

ھَا قَدْ وَجَدْتَ اِلَی اللِّقَاءِ سَبِیْلِہٖ

''ہاں تو نے نبی کریم ﷺ کی ملاقات کا ایک راستہ پالیا''۔

فَاجْعَلْہُ فَوْقَ الرَّاْسِ وا

"اس کو اپنے سر پر رکھیئے اور اسکے سامنے نہایت عاجزی اور انکساری کیجئے۔"

وَتَغَالَ فِيْهِ وَاَوْلِهِ التَّقْبِيْلَا

"اسکی تعظیم میں غلو کرو اور اس کو بار بار بوسے دو۔"

مَنْ يَدَّعِیْ الْحُبَّ صَحِيْحًا

فَاِنَّهٗ يُثْبِتُ عَلٰی مَا يَدَّعِيْهِ دَلِيْلًا

جو نبی کریم ﷺ کی سچی محبت کا دعوے دار ہو وہ اپنے اس عمل کو نبی کریم ﷺ کی سچی محبت پر دلیل پائے گا۔"

امام سید محمد الحجازی المالکی فرماتے ہیں:

لَمَّا رَاَيْتُ مِثَالَنَا لِلْمُصْطَفٰی

"جب میں نے نبی کریم ﷺ کے نعلین کا نقشہ دیکھا۔"

اَلْمُسْنَدَ الْوَضْعِ الصَّحِيْحِ مُعَرَّفًا

"جسکی سند صحیح اور معروف و مشہور۔"

فَمَسَحْتُ وَجْهِیْ بِالْمِثَالِ تَبَرُّكًا

"تو میں نے تبرک کے طور پر اس نقشہ کو اپنے چہرے پر ملا۔"

فَشَفَيْتُ مِنْ وَقْتِیْ وَ كُنْتُ عَلَى الشَّفَاءِ

"تو مجھے اسی وقت شفا حاصل ہوئی، جبکہ میں اس سے پہلے ہلاکت کے کنارے پر تھا۔"

وَ ظَفَرْتُ بِالْمَطْلُوْبِ مِنْ بَرَكَاتِهٖ

"اور جو اسکی برکات مجھے چاہئیں تھیں ان سب کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔"

وَ وَجَدْتُّ فِيْهِ مَا اُرِيْدُ مِنَ الصَّفَاءِ

"اور اس کی وجہ سے میرے دل میں صفاء محبت اور زیادہ حاصل ہوگئی۔"

اس کے بعد مولوی اشرفعلی تھانوی نے نقشِ نعل پاک بنایا اور پھر یہ شعر لکھا:

بمقامے که نشانِ کفِ پائے تو لود
سما لها سجدهٔ صاحب نظراں خوابد لود

حضور اس جگہ پر جس پر آپ کے نعل مبارک کا نقشہ ہو۔ وہ صاحب جمال لوگوں کی سجدہ گاہ ہے۔

اور سجدہ گاہ کا یہ مطلب نہیں کہ وہ جس کو سجدہ کرتے ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ جائے نماز کے طور پر اس نقشہ والی چیز کو استعمال کرے اور اس چیز کا لحاظ رکھے کہ اس پر پاؤں بھی نہ آئیں، گھٹنے بھی نہ آئیں بلکہ اس پر اپنی پیشانی رکھے۔

بقیہ: (درس قرآن) تحدیث نعمت

عوام کا خیال تو صرف یہ ہوتا ہے کہ جب ہمارا اسلام بارگاہِ نبوی میں پیش ہو تو ہماری یہ ہیئت بھی پیش ہو کہ حضور آپکے غلاموں نے اس ادب و تعظیم کے ساتھ سلام پیش کیا ہے اور یہ خیال بھی کچھ برا نہیں نہایت بہتر ہے۔ یا بزرگانِ دین کی پیروی کا خیال ہوتا ہے جیسا کہ ان کے مولیٰ نے ان کو حکم دیا ہے جیسا کہ میں اس سے قبل عرض کر چکا ہوں۔

مجھے امید ہے کہ میں نے اس مجلس کے جواز و استحباب میں جو کچھ عرض کیا وہ آپ حضرات کے بخوبی ذہن نشین ہوگیا ہوگا۔ اس میں کسی پر ردّ و قدح ہرگز منظور نہ تھی صرف اتنا ہی مقصد تھا کہ مسلمان اسکو بدعت کہہ کر گنہ گار نہ ہوں، ہاں اتنا اور عرض کر دوں کہ جو لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں ان کو کسی اچھے طریق پر تو سمجھانے میں مضائقہ نہیں اگر وہ نا مانیں تو ان سے اُلجھنا اور ان پر لعن طعن کرنا بھی نہایت درجہ مذموم ہے، ان کیلئے صرف دعا کریں اور بس۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

دوسری قسط

شرحِ سلامِ رضا: مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

مولانا شہزاد احمد مجددی چوراہی

----گذشتہ سے پیوستہ----

حضرت سفینہ اور شیر:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے غلام حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

''میں دریا میں کشتی پر سوار تھا کشتی ٹوٹ گئی تو میں اسکے تختے پر سوار ہوگیا۔ اس تختے نے مجھے ایک ایسی جگہ اُتارا جہاں شیروں کی بہتات تھی۔ اچانک میرے سامنے ایک شیر آگیا۔ جب میں نے اسے دیکھا تو میں نے کہا:

''یَا اَبَا الْحَارِثِ اِنِّیْ سَفِیْنَۃُ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔''(۱۶)

''اے ابا الحارث! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا غلام سفینہ ہوں۔''

یہ سن کر شیر میرے سامنے آگیا اور اپنی دُم ہلانے لگا یہاں تک کہ وہ میرے پہلو کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا پھر وہ میرے ساتھ چلنے لگا یہاں تک کہ اس نے مجھے صحیح راستے پر پہنچادیا۔ اس کے بعد وہ ایک ساعت کے لیے غرایا گویا مجھے رخصت کر رہا تھا۔

پتھروں کی شہادت کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کے رسول ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت کی شہادت ہر چیز نے دی، کتب سیرت میں ایسے متعدد واقعات موجود ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت کی شہادت حیوانات و نباتات، شجر و حجر، چرند و پرند نے دی۔

حضرت علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہٗ سے روایت ہے کہ:

''کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَکَّۃَ فَخَرَجَ فِیْ بَعْضِ نَوَاحِیْھَا فَمَا اسْتَقْبَلَہٗ شَجَرٌ وَلَا جَبَلٌ اِلَّا قَالَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہِ۔''(۱۷)

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ مکہ میں تھے ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نواحی علاقہ میں تشریف لے گئے تو راستے میں جو بھی درخت اور پتھر ہمیں ملتا وہ کہتا:

''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہِ۔''

امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور لکھا ہے:

''ھٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحُ الْاِسْنَادِ وَلَمْ یُخَرِّجَاہُ۔''

درخت کی شہادت کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کے نبی ہیں:

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ بنی عامر بن صعصعہ سے ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا میں کیسے جانوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس سے پوچھا:

''اَرَاَیْتَ اِنْ دَعَوْتُ ھٰذَا الْعَذْقَ مِنْ ھٰذِہِ النَّخْلَۃِ اَتَشْھَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللہِ۔''

''یعنی کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں اس درخت کی شاخ کو بلا کر اس سے گواہی دلواؤں کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟''

تو اس نے کہا ہاں میں یہی چاہتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس شاخ کو بلایا وہ شاخ زمین پر آگئی پھر وہ شاخ زمین پر دوڑنے لگی یہاں

۱۶: ''مسند الرّویانی للرّویانی'' (م:۳۰۷ھ) ۱/۳۳۶ مؤسسۃ قرطبۃ مصر۔ ''المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم لابنِ جوزی'' ۵/۱۴۱ دار صادر بیروت۔ ''البدایۃ والنّھایۃ لابن کثیر'' ۸/۲۳۳ مکتبۃ المعارف بیروت۔

۱۷: ''المستدرک علی الصحیحین للحاکم'' ۲/۶۷۷ باب: ذکر أخبار سیّد المرسلین، دار الکتب العلمیۃ بیروت۔ ''سنن التّرمذی'' ۵/۵۹۳ دار إحیاء التّراث العربی بیروت۔ ''سنن الدارمی'' ۱/۲۵ باب: ما أکرم اللّٰہ بہ نبیہ من ایمان الشّجر بہ والبھائم والجن، دار الکتاب العربی بیروت۔

تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دوبارہ اپنی جگہ واپس چلے جانے کا حکم دیا تو وہ اپنی جگہ واپس چلی گئی۔ یہ واقعہ دیکھ کر اعرابی پکار اُٹھا:

''میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔ اور ایمان لے آیا۔''(۱۸)

اِمام حاکم نے اس حدیث کو اِمام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح قرار دیا ہے۔

بھیڑیئے کی شہادت کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے نبی ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ:

''چرواہے کی طرف بھیڑیا آیا اور ایک بکری پکڑلی چرواہے نے اس سے بکری چھین لی تو بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھ گیا اور اپنی دُم پر بیٹھ کر کہنے لگا میں نے اس رزق کو حاصل کیا جسے اللہ نے میری خوراک بنایا اور تم نے مجھ سے چھین لیا۔ یہ سن کر چرواہے نے کہا خدا کی قسم میں نے آج تک بھیڑیئے کو اس طرح کلام کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ بھیڑیئے نے کہا:

''اَعْجَبُ مِنْ ھٰذَا رَجُلٌ فِی النَّخْلَاتِ بَیْنَ الْحَرَّتَیْنِ یُخْبِرُکُمْ بِمَا مَضٰی وَبِمَا ھُوَ کَائِنٌ بَعْدَکُمْ۔''

یعنی اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ دونوں پہاڑوں کے درمیان ایک شخص ہے جو تمہیں گذشتہ اور آئندہ کی خبریں دیتا ہے۔ وہ چرواہا یہودی تھا پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اس واقعہ کی اطلاع دی پھر اسلام قبول کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی۔(۱۹)

اِمام ہیثمی نے لکھا ہے کہ: ''رِجَالُہٗ ثِقَاتٌ۔''

''یعنی اس کے راوی ثقہ ہیں۔''

سوسمار کی شہادت کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے نبی ہیں:

حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے درمیان جلوہ افروز تھے کہ اچانک بنوسلیم کا ایک اعرابی آیا جس کے پاس ایک سوسمار (گوہ) تھی۔ اس نے کہا مجھے لات وعزیٰ کی قسم میں اس وقت تک ایمان نہیں لاؤں گا جب تک یہ سوسمار آپ کی تصدیق نہ کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوسمار سے پوچھا کہ:

''فَمَنْ اَنَا یَاضَبُّ۔''

''یعنی اے سوسمار! بتاؤ میں کون ہوں؟''

سوسمار نے کہا:

''اَنْتَ رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ صَدَّقَکَ وَقَدْ خَابَ مَنْ کَذَّبَکَ۔''

''یعنی آپ رب العالمین کے رسول اور خاتم النّبیین ہیں پس اس نے فلاح پائی جس نے آپ کی تصدیق کی اور وہ نامراد ہوا جس نے آپ کی تکذیب کی۔ یہ سن کر وہ اعرابی مسلمان ہوگیا۔''(۲۰)

اُستن حنانہ کی فریاد:

حضرت جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے روایت ہے کہ کھجور کا تنا جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے منبر بنایا گیا تو ہم نے کھجور کے اس تنے سے ایسے رونے اور فریاد کرنے کی آواز سنی جیسے حاملہ اُونٹنی پر بوجھ لاد دیا جائے تو وہ فریاد کرتی ہے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے اُترے اور اپنا دست اِقدس اس پر رکھا تو وہ خاموش ہوگیا۔(۲۱)

۱۸: "مستدرک علی الصحیحین"۱۷۶/۲باب:أخبار سیّد المرسلین وخاتم النّبیّین،رقم۴۲۳۷دار الکتب العلمیة بیروت۔ "الخصائص الکبریٰ للسّیوطی" ۵۹/۲باب:الآیة فی قدوم الأعرابی من بنی عامر بن صعصعة دار الکتب العلمیة بیروت۔

۱۹: "مسند لابن حنبل"۳۰۶/۲رقم۸۰۴۹مؤسسة قرطبة مصر۔ "مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للهیثمی"۲۹۱/۸باب:اخبار الذئب بنبوته صلّی اللہ علیه وسلم دار الریان للتّراث القاهرة۔ "مسند إسحاق بن راهویة"۳۵۷/۱مکتبة الإیمان المدینة المنورة۔ "مشکوٰة المصابیح للتّبریزی"۱۲۶۶/۳المکتب الإسلامی بیروت۔

۲۰: "المعجم الأوسط للطبرانی"۱۲۷/۶دار الحرمین القاهرة۔ "المعجم الصغیر للطبرانی"۱۵۳/۲المکتب الإسلامی بیروت۔

۲۱: "صحیح البخاری"۳۱۱/۱باب:الخطبة علی المنبر وقال أنس رضی اللہ عنه خطب النّبی صلی اللہ علیه وسلم علی المنبر ومواضعه، رقم۸۷۶دار ابنِ کثیر بیروت۔

رسول اللہ ﷺ کی نبوت قیامت تک کی تمام مخلوق کے لیے عام ہے:

علامہ تقی الدین سبکی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَنْہُ:

"وَإِذْ أَخَذَ اللهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ۔"

کے تحت فرماتے ہیں:

"فَتَكُونُ نُبُوَّتُهُ وَرِسَالَتُهُ عَامَّةً لِجَمِيعِ الْخَلْقِ مِنْ زَمَنِ آدَمَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَيَكُونُ الْأَنْبِيَاءُ وَأُمَمُهُمْ كُلُّهُمْ مِنْ أُمَّتِهِ وَيَكُونُ قَوْلُهُ: (بُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً) لَا يَخْتَصُّ بِهِ النَّاسُ مِنْ زَمَانِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ بَلْ يَتَنَاوَلُ مَنْ قَبْلَهُمْ أَيْضًا۔"(۲۲)

آپ کی نبوت اور رسالت حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے زمانے سے قیامت تک کی تمام مخلوق کے لیے عام ہے اور تمام انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام اور ان کی ساری اُمتیں آپ کی اُمت ہیں اور آپ ﷺ کا یہ ارشاد:

"بُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً۔"

"یعنی میں تمام مخلوق کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔"

آپ کے عہد رسالت سے زمانہ قیامت تک کے لوگوں کے لیے خاص نہیں بلکہ آپ ﷺ سے قبل کے لوگوں کے لیے بھی محیط ہے۔

رسول اللہ ﷺ خیر الخلق اور امام الرسل ہیں:

حافظ الحدیث امام جلال الدین سیوطی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَنْہُ نے لکھا ہے:

"وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ الْخَلْقِ فَلَا كَمَالَ لِمَخْلُوقٍ أَعْظَمُ مِنْ كَمَالِهِ وَلَا مَحَلَّ أَشْرَفُ مِنْ مَحَلِّهِ فَعَرَفْنَا بِالْخَبَرِ الصَّحِيحِ حُصُولُ ذٰلِكَ الْكَمَالِ مِنْ قَبْلِ خَلْقِ آدَمَ لِنَبِيِّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ رَبِّهِ سُبْحَانَهُ وَأَنَّهُ أَعْطَاهُ النُّبُوَّةَ مِنْ ذٰلِكَ الْوَقْتِ ثُمَّ أَخَذَ لَهُ الْمَوَاثِيقَ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ لِيَعْلَمُوا أَنَّهُ الْمُقَدَّمُ عَلَيْهِمْ وَأَنَّهُ نَبِيُّهُمْ وَرَسُولُهُمْ وَفِي أَخْذِ الْمَوَاثِيقِ وَهِيَ فِي مَعْنَى الْاِسْتِخْلَافِ... فَانْظُرْ هٰذَا التَّعْظِيمَ الْعَظِيمَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ رَبِّهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى فَإِذَا عَرَفْتَ ذٰلِكَ فَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ نَبِيُّ الْأَنْبِيَاءِ وَلِهٰذَا ظَهَرَ ذٰلِكَ فِي الْآخِرَةِ جَمِيعُ الْأَنْبِيَاءِ تَحْتَ لِوَائِهِ وَفِي الدُّنْيَا كَذٰلِكَ لَيْلَةَ الْإِسْرَاءِ صَلّٰى بِهِمْ۔ وَلَوِ اتَّفَقَ مَجِيئُهُ فِي زَمَنِ آدَمَ وَنُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسٰى وَعِيسٰى وَجَبَ عَلَيْهِمْ وَعَلٰى أُمَمِهِمُ الْإِيمَانُ بِهِ وَنُصْرَتُهُ وَبِذٰلِكَ أَخَذَ اللهُ الْمِيثَاقَ عَلَيْهِمْ فَنُبُوَّتُهُ عَلَيْهِمْ وَرِسَالَتُهُ إِلَيْهِمْ۔"(۲۳)

رسول اللہ ﷺ کی شان یہ ہے کہ آپ ﷺ خیر الخلق ہیں لہٰذا کسی مخلوق کا کمال آپ ﷺ کے کمال سے برتر نہیں اور نہ کسی کا مقام آپ کے مقام سے اعلیٰ تر۔ یہ بات ہم نے صحیح حدیث سے جانی کہ یہ کمال آپ ﷺ کو تخلیق آدم عَلَیْہِ السَّلَام سے پہلے حاصل تھا جسے حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے عطا فرمایا۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے انبیاء علیہم السلام سے عہد و پیمان لیے تاکہ وہ سب جان لیں کہ آپ ﷺ ان پر مقدم ہیں اور آپ ﷺ ان کے بھی نبی اور رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو عہد اور میثاق لیا ہے اس میں آپ ہی کا خلیفہ بنانا بیان کیا گیا ہے ...... اب نبی ﷺ کی عظمت شان اور رفعت مقام پر غور کیجیے جو بارگاہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ غور و تدبر کے بعد آپکی سمجھ میں آجائے گا کہ نبی ﷺ سردار انبیاء ہیں اور اس کا ظہور آخرت میں ہوگا کہ تمام انبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام آپ کے علم کے نیچے ہوں گے۔ جس طرح شب معراج میں آپ ﷺ نے انکی امامت فرمائی تھی ۔۔۔ اگر آپ ﷺ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام یا حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام یا حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام یا حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام یا حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے زمانوں میں سے کسی زمانے میں اس دنیا میں تشریف لے آتے تو ان

۲۲: "فتاوی السبکی" ۱/۳۸ دار المعرفة بیروت۔

۲۳: "الخصائص الکبری" ۱/۱۰ دار الکتب العلمیة بیروت۔

پر اور ان کی اُمتوں پر واجب ہو جاتا کہ وہ آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی اتباع کریں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء عَلَیۡہِمُ السَّلَام کی ارواح سے عہد و پیمان لیا کہ آپ کی نبوت سب پر محیط اور آپ ﷺ کی بالادستی سب پر ہے۔

اس طویل عبارت سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچی کہ تمام انبیاء کرام عَلَیۡہِمُ السَّلَام بنی نوع انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کا پیغام لے کر آئے اور آپ ﷺ اس بزم ہدایت کے بھی سردار ہیں اسی لیے معراج کی شب آپ ﷺ امام تھے اور تمام انبیاء کرام عَلَیۡہِمُ السَّلَام نے آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔

مہر چرخ نبوت پہ روشن درود
گل باغ رسالت پہ لاکھوں سلام

حل لغات:

مہر:
سورج

چرخ:
آسمان۔

نبوت:
پیغمبری، رسالت، احکامِ الٰہی کا پہنچانا۔

گل:
پھول۔

باغ:
چمن۔

رسالت:
پیغام بری۔

جب سورج آسمان پر نکلتا ہے تو دُوسرے تمام ستارے غائب ہو جاتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری سے تمام جہان ہدایت کی روشنی سے جگمگا اُٹھا، سابقہ تمام ادیان منسوخ ہو گئے اور صرف شریعت محمدی کا نفاذ ہوا۔ جس طرح پھول سے چمن کی زینت ہوتی ہے اسی طرح چمن رسالت کی زینت آپ سے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو سراجِ منیر فرمایا:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ۔ وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ۔"

ترجمہ کنز الایمان:

"اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔"

رسول اللہ ﷺ اللہ کے نور ہیں:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ۔"(۲۴)

ترجمہ کنز الایمان:

"بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا اور روشن کتاب۔"

ایک مغالطہ اور اس کا رد:

یہاں مغالطے کے شکار جاہل دُوسروں کو بھی اس مغالطے میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں کہ نُوْرٌ اور كِتٰبٌ مُّبِیْنٌ سے قرآن ہی مراد ہے کیونکہ آگے فرمایا:

"یَّهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ ۔"

اور یہ ضمیر واحد ہے۔

اگر یہاں نُوْرٌ سے مراد رسول اللہ ﷺ اور كِتٰبٌ مُّبِیْنٌ سے مراد قرآن مجید ہوتا تو اللہ تعالیٰ فرماتا:

"یَهْدِیْ بِهِمُ اللّٰهُ ۔"

۲۴: "سورۃ المائدۃ": ۱۵۔

اس مغالطہ کے رد کے لیے قرآن مجید سے تین آیتیں پیش کرنیکی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

۱: "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ۔"(۲۵)

مترجم صحاح ستہ وحید الزمان حیدر آبادی غیر مقلد وہابی نے اس آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے:

"مسلمانو جب رسول تم کو ایسے کام کے لیے بلائے جس میں تمہاری زندگی ہے تو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو (جواب دو فوراً حاضر ہو)۔"

اس آیت میں پہلے رسول ﷺ کا ذکر کیا گیا ہے کہ:

"جب رسول تم کو بلائے۔"

پھر آگے کہا گیا ہے کہ:

"اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔"

جب اللہ نے بلایا ہی نہیں ہے تو رسول ﷺ کے ساتھ اللہ کا حکم ماننے کا حکم کیوں ہوا؟

اِس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا بلانا دراصل اللہ ہی کا بلانا ہے اسی لیے پہلے رسول ﷺ کا ذکر کیا گیا کہ رسول ﷺ تمہیں بلائے تو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور حاضر ہو جاؤ اسی لیے یہاں ضمیر واحد کی آئی ہے۔

۲: "وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ۔"(۲۶)

شاہ رفیع الدین محدث دہلوی عَلَیْہِ الرَّحْمَہ نے اس آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے:

"اور اللہ اور رسول اس کا بہت حق دار ہیں اس کے کہ راضی کریں اس کو اگر ہیں ایمان والے۔"

اِس آیت میں پہلے اللہ اور اس کے رسول کا ذکر کیا گیا کہ اللہ اور اس کا رسول اس بات کے زیادہ حق دار ہیں آگے ضمیر واحد کی لوٹائی گئی یُّرْضُوْهُ اور فرمایا کہ اِس (یعنی رسول) کو راضی کیا جائے۔ اس لیے کہ جس نے رسول کو راضی کر لیا تو اللہ اس سے راضی ہو جائے گا یعنی اللہ اور رسول کی رضا ایک ہے یہی وجہ ہے کہ یہاں ضمیر واحد کی ہے۔

۳: "لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا۔"(۲۷)

شاہ رفیع الدین عَلَیْہِ الرَّحْمَہ نے اس آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے:

"تا کہ تم ایمان لاؤ ساتھ اللہ کے اور رسول اس کے اور قوت دو اس کو اور تعظیم کرو۔"

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پہلے حکم دیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور پھر ضمیر واحد کی لوٹائی اور فرمایا:

"وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ۔"

اگر کسی سے اس کا جواب بن سکے تو ہمیں بھی بتا دیں پھر جو جواب ان کا ہو گا وہی ہمارا بھی ہو گا۔

نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد قرآن ہے؛ اِمام رازی کے نزدیک یہ قول ضعیف ہے:

اِمام فخر الدین رازی عَلَیْہِ الرَّحْمَہ نے اس آیت کے بارے میں تین اقوال ذکر کیے ہیں اور تیسرا قول

:"النّور والکتاب: هو القرآن۔"

نقل کر کے لکھا ہے:

"وھذا ضعیف۔"(۲۸)

---جاری ہے---

۲۵: "سورۃ انفال": ۲۴۔

۲۶: "سورۂ توبہ": ۶۲۔

۲۷: "سورۂ فتح": ۹۔

۲۸: "التفسیر الکبیر أو مفاتیح الغیب" ۱۱/۱۵۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت۔

لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

ابو وہیب ظفر علی سیالوی

محدث خیر الامم، امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین، غیظ المنافقین، مرادِ رسول، سسر رسول کریم، تاجدارِ عدالت حضرت سیدنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی مکرم، رسول محتشم، نورِ مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لَمَّا اقْتَرَفَ آدَمُ الْخَطِیْئَۃَ فَقَالَ یَا رَبِّ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ لَمَا غَفَرْتَ لِیْ۔"

"جب حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام سے بھول ہوئی تو انہوں نے عرض کیا، اے رب کریم! میں تجھ سے محمد کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں کہ میری مغفرت فرما۔"

اس پر اللہ کریم نے فرمایا:

"اے آدم! تو نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیسے پہچانا؟ ابھی تک تو ان کی تخلیق بھی نہیں ہوئی۔"

آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کیا:

"مولا! جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے تخلیق فرمایا، اپنی روح مجھ میں پھونکی تو میں نے اپنا سر اٹھا کر دیکھا تو عرش کے ستون پر لکھا ہوا دیکھا:

"لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔"

پس میں نے جان لیا کہ تیرے نام کے ساتھ اسی کا نام ہو سکتا ہے جو تجھے مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہے۔

"فَقَالَ اللّٰہُ صَدَقْتَ یَا آدَمُ۔"

اللہ کریم نے فرمایا:

"اے آدم تو نے سچ کہا ہے۔"

مجھے تمام مخلوق سے زیادہ پیارا وہی محبوب ہے، اب جبکہ تو نے اس کے وسیلہ سے دعا کی ہے تو:

"فَقَدْ غَفَرْتُ لَکَ۔"

"پس تحقیق میں نے تمہیں معاف فرما دیا ہے۔"

(اور سن لو)

"وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُکَ۔"

"اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے تو میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔"(۱)

یہ حدیث شریف دیوبندیوں اور غیر مقلدین کی درج ذیل کتابوں میں موجود ہے۔(۲)

۱: "مستدرک علی الصحیحین" جلد:۲، صفحہ:۶۲۲، رقم الحدیث:۴۲۲۸، کتاب تواریخ المتقدمین ۔ومن کتاب آیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم النبی دلائل النبوۃ، دار الکتب العلمیہ بیروت ،لبنان ۲۰۰۹ء۔ "المعجم الاوسط" من اسمہ محمد، جلد:۵ ص:۳۶ رقم الحدیث:۶۵۰۲، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان، ۲۰۱۲ء۔ "المعجم الصغیر" ،من اسمہ محمد، ص:۲۸۰ رقم الحدیث:۹۹۲، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان، ۲۰۱۳ء۔

۲: "ابن تیمیہ" کتاب الوسیلہ، ص:۹۰، اسلامی اکیڈمی لاہور۔ "اشرف تھانوی" نشر الطیب، ص:۱۳، تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور۔زکریا کاندھلوی "فضائل درود شریف" ص :۱۵۶، کتب خانہ اشرف کراچی، پاکستان۔عنایت شاہ "باغ جنت" ص:۲۶۱، مکتبہ الحسن لاہور پاکستان۔مفتی حبیب دیوبندی "تحقیق مسئلہ توسل" ص:۶۸، سرگودھا، پاکستان۔عابد میاں "رحمۃ اللعلمین"، ص:۹۲۔۱۳۶۔۱۵۹۔۳۹۷۔محمد دین اینڈ سنز کراچی پاکستان۔ "ہدیۃ المہدی" ص:۴۸، چشتی کتب خانہ فیصل آباد۔

نوٹ:

امام حاکم، علامہ سمہودی، علامہ خفاجی، علامہ زرقانی، علامہ قسطلانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

گرارض وسما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو

حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنے پاک پیغمبر حضرت سیدنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر وحی نازل فرمائی کہ:

"یَا عِیسیٰ! اٰمِنْ بِمُحَمَّدٍ وَأْمُرْ مَنْ اَدْرَکَہٗ مِنْ اُمَّتِکَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِہٖ۔"

''اے عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام! تم بھی ایمان لاؤ محمد کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور اپنی امت کو بھی حکم دو کہ جو بھی ان کا زمانہ پائے تو ضرور ان پر ایمان لائے۔''

"فَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ اٰدَمَ۔"

''اگر (سیدنا) محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نہ ہوتے تو میں آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو بھی پیدا نہ کرتا۔''

"وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ الْجَنَّۃَ وَلَا النَّارَ۔"

''اور اگر (سیدنا) محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نہ ہوتے تو میں نہ جنت کو پیدا کرتا اور نہ دوزخ۔''

"وَلَقَدْ خَلَقْتُ الْعَرْشَ عَلَی الْمَاءِ فَاضْطَرَبَ فَکَتَبْتُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ فَسَکَنَ۔"

اور جب میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا تو مضطرب ہوا تو میں نے اسی پر: "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ" لکھا تو وہ ٹھہر گیا۔(۳)

نہ جنت ہوتی نہ دوزخ:

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ حضور شہنشاہ حسینان عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

"اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ! لَوْلَاکَ مَا خُلِقَتِ الْجَنَّۃُ وَلَوْلَاکَ مَا خُلِقَتِ النَّارُ۔"

''جبریل عَلَیْہِ السَّلَام میرے پاس حاضر ہوئے اور عرض گزار ہوئے، یارسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اگر آپ نہ ہوتے تو نہ جنت کو پیدا کیا جاتا اور نہ دوزخ کو۔''(۴)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے ہی حدیث قدسی مروی ہے کہ حضور جان کائنات صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

"یَقُوْلُ اللہُ عَزَّوَجَلَّ وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ لَوْلَاکَ مَا خَلَقْتُ الْجَنَّۃَ وَلَوْلَاکَ مَا خَلَقْتُ الدُّنْیَا۔"

''اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا، مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم، اگر آپکو پیدا نہ کرتا تو نہ جنت کو پیدا کرتا اور نہ دنیا کو پیدا کرتا۔''(۵)

یہاں ہم قارئین کی ضیافت طبع اور حدیث شریف کی وضاحت کے لیے مناظر اہلسنت، منبع علم و حکمت، عالم باعمل، شیر اہلسنت حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عنایت اللہ قادری رضوی حامدی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ متوفیٰ ۱۹۸۱ کا ایک ملفوظ درج کرتے ہیں، چنانچہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ:

''اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ اگر حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نہ ہوتے تو نہ جنت ہوتی اور نہ دوزخ، ارے جنت جنت کرنے والو! جنت بھی مصطفی کے صدقے میں بنی ہے، بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ جس طرح کوئی

۳:"مستدرک علی الصحیحین" کتاب تواریخ المتقدمین من الانبیاء، باب ذکر سید المرسلین، جلد:۲، ص:۶۷۲، رقم الحدیث:۴۲۲۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان۔ "مصابیح السیرۃ المحمدیۃ" جلد:۱، ص:۸۶، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان۔ "کفایۃ الطالب اللبیب فی خصائص الحبیب" باب خصوصیتہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بکتابۃ اسم الشریف، جلد:۱، ص:۱۴، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان۔ "حاشیہ، شیخزادہ علی الخرپوتی۔ ص۷۱، نور محمد صبح المطالع کراچی۔

۴:"الاسرار المرفوعہ فی اخبار الموضوعہ" ص:۱۹۴، قدیمی کتب خانہ کراچی۔ "کنز العمال" کتاب، باب فضائل نبینا محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جلد:۱۱، ص:۱۹۴، رقم الحدیث:۳۲۰۲۲، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان۔ "مصابیح السیرۃ المحمدیہ" جلد:۱، ص:۸۶، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان۔

۵:"مسند الفردوس بماثور الخطاب" باب الیا، جلد:۵ ص:۲۲۷، رقم الحدیث:۸۰۳۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان۔ "الاثار المرفوعہ فی اخبار الموضوعہ" رقم الحدیث:۷۵۵، ص:۱۹۴، قدیمی کتب خانہ کراچی، پاکستان۔ "سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد" جلد:۱، ص:۷۵، الباب الثانی، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان۔

اپنے محبوب کے سر کا صدقہ دیتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی شان کے لائق اپنے محبوب وحبیب ﷺ کے سر کا صدقہ بنادی۔ (اپنی مخلوق کے لیے)"

نہ زمین وآسماں ہوتے:

الامام المحدث، سیف الدین ابی جعفر ابن طغربک رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ اپنی کتاب، ،الدر المنظم فی مولد النبی الکریم،، میں لکھتے ہیں کہ:

"اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو پیدا فرمایا تو ان کو الہام فرمایا کہ وہ بارگاہ خداوندی میں یوں عرض گزار ہوں۔"

"یَارَبِّ لِمَ کُنیَتِي اَبَا مُحَمَّدٍ۔"

"اے میرے رب عزوجل! میری کنیت ابومحمد کیوں ہے؟"

"قَالَ اللہُ تَعَالٰی :یَاآدَمُ اِرفَع رَاْسَكَ۔"

"اللہ کریم جل جلالہ نے ارشاد فرمایا: اے آدم! اپنا سر اٹھاؤ۔"

"فَرَفَع رَاْسَهٗ فَرَاٰى نُورَ مُحَمَّدٍ عَلٰى سُرَادِقِ العَرشِ۔"

"پس انہوں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ نور محمد عرش کے ارگرد چھایا ہوا ہے۔"

"فَقَالَ :یَارَبِّ، مَاهٰذَا النُّورُ؟"

"عرض کیا۔ یااللہ! یہ نور کیسا ہے؟"

"قَالَ :هٰذَا نُورُ نَبِيٍّ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ، اِسْمُهٗ فِي السَّمَاءِ اَحْمَدُ وَفِي الاَرْضِ مُحَمَّدٌ۔"

"ارشاد ہوا، یہ نور اس نبی کا ہے، جو تیری اولاد میں سے ہوگا، اس کا نام آسمانوں میں احمد ہوگا اور زمین میں محمد ﷺ۔"

"لَوْ لَاهُ مَاخَلَقْتُكَ وَلَاخَلَقْتُ سَمَاءً وَلَا اَرْضًا۔"

"اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں نہ تجھے پیدا کرتا اور نہ زمین و آسمان کو پیدا کرتا۔"(۶)

نہ جن ہوتے نہ فرشتے:

علامہ صاوی مالکی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ حدیث قدسی لکھتے ہیں کہ:

"لَوْلَاكَ مَا خَلَقتُ سَمَآءً وَلَا اَرْضًا وَلَا جِنًّا وَلَا مَلَكاً۔"

"اے پیارے محبوب ﷺ اگر تم نہ ہوتے تو نہ میں آسمانوں کو پیدا کرتا اور نہ زمین کو نہ جنات کو اور نہ ہی فرشتوں کو پیدا فرماتا۔"(۷)

نہ عرش ہوتا نہ کرسی نہ لوح وقلم:

علامہ شیخ محمد المغربی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ حدیث قدسی لکھتے ہیں کہ:

"فَبَينَمَا آدَمُ يَسِيرُ فِي الجَنَّةِ۔"

"آدم عَلَیْہِ السَّلَام جنت میں سیر کر رہے تھے کہ۔" (کیا دیکھا)

"اِذْرَاٰى نُورَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِي سُرَادِقِ العَرشِ۔"

"انہوں نے دیکھا کہ نور محمد ﷺ عرش کے کناروں پر ہے۔"

"وَاِسْمُهٗ مَكتُوباً عَلَيهِ وَمَقرُوناً بِاسمِ الرَّبِّ جَلَّ جَلَالُهٗ۔"

"اور محمد ﷺ کا نام نامی اسم گرامی عرش پر لکھا ہے اور وہ رب تعالیٰ جل جلالہ کے نام مبارک کے ساتھ ہے تو آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کیا۔"

"يَارَبِّ مَنْ هٰذَا الَّذِي قَرَنَ اِسْمَهٗ بِاِسْمِكَ۔"

"اے میرے رب عزوجل! یہ کون ہے جس کا نام تیرے نام کے ساتھ لکھا ہے؟"

۶: "مواہب اللدنیہ مع زرقانی" باب فی تشریف اللہ تعالیٰ، جلد ۱ ص ۸۲۔۸۵۔دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان۔ "الانوار المحمدیہ من المواہب اللدنیہ" المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالیٰ۔ ص:۱۳۔۱۲۔ حقیقت کتابوی ترکی، استنبول۔ "جواہر البحار فی فضائل النبی المختار" من جواہر سید عبد اللہ میر غنی، جلد ۲، ص ۱۲۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان۔

۷: "جواہر البحار فی فضائل النبی المختار" من جواہر الصاوی، جلد:۴ ص :۴۹، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان، ۱۹۹۸ء۔

"قَالَ: هٰذَا نَبِيٌّ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ اِسْمُهٗ فِي السَّمَاءِ اَحْمَدُ وَفِي الْاَرْضِ مُحَمَّدٌ."

"فرمایا، یہ نبی ہیں، تیری اولاد میں سے، آسمانوں میں ان کا نام احمد اور زمین میں ان کا نام محمد ہے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔"

"فَلَوْلَاهُ مَا خَلَقْتُكَ وَلَا خَلَقْتُ عَرْشًا، وَ لَا كُرْسِيًّا، وَلَا لَوْحًا، وَلَا قَلَمًا، وَ لَا سَمَاءً، وَلَا اَرْضًا، وَلَا جَنَّةً، وَلَا نَارًا، وَلَا دُنْيَا، وَلَا اُخْرٰى."

"اے آدم! اگر یہ نہ ہوتے تو نہ میں تجھے پیدا کرتا، اور نہ عرش و کرسی کو پیدا کرتا، نہ لوح وقلم کو پیدا کرتا، نہ زمین و آسمان کو پیدا کرتا، نہ جنت و دوزخ کو پیدا کرتا اور نہ دنیا کو پیدا کرتا اور نہ آخرت کو۔" (۸)

معلوم ہوا کہ ساری کائنات رب کائنات نے اپنے محبوب عَلَیْہِ السَّلَام کی محبت و چاہت و عزت کی خاطر پیدا فرمائی کیا خوب قلم اٹھایا بریلی کے تاجدار عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ الغفار و الستار نے:

زمین و زماں تمہارے لیے، مکین و مکاں تمہارے لیے
چنین و چناں تمہارے لیے، بنے دو جہاں تمہارے لیے
وہ کنز نہاں یہ نور فشاں، وہ کن سے عیاں یہ بزم مکاں
یہ تن و جاں یہ باغ جناں، یہ سارا ساماں تمہارے لیے
یہ شمس و قمر یہ شام و سحر، یہ برگ و شجر یہ باغ و ثمر
یہ تیغ و سپر یہ تاج و کمر، یہ حکم رواں تمہارے لیے
نہ روحِ امین نہ عرش بریں، نہ لوح مبین کوئی بھی نہیں
خبر ہی نہیں جو رمزیں کھلیں، ازل کی نہاں تمہارے لیے (۹)

نہ سورج ہوتا نہ چاند:

ایک روایت میں تو یہاں تک آیا ہے کہ اگر سیدہ آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا چاند نہ ہوتا تو آسمانوں کا چاند بھی نہ ہوتا اور اگر یہ نبوت و رسالت کا سورج طلوع نہ ہوتا تو آسمانوں کا سورج بھی نہ ہوتا، اگر یہ نور ہے آفتاب کا تو صدقہ اسی عالی جناب کا، اگر وجود ہے ماہتاب کا تو بھی وسیلہ رسالت مآب کا، پڑھیے حوالہ علامہ نبہانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا:

"لَوْلَاهُ مَا خَلَقْتُ السَّمَاءَ وَالْاَرْضَ."

"اگر حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے تو نہ زمین کو پیدا کرتا اور نہ آسمان کو۔"

"وَلَا الطُّوْلَ وَلَا الْعَرْضَ."

"نہ لمبائی کو نہ چوڑائی کو۔"

"وَلَا وَضَعَ ثَوَابَ وَلَا عِقَابَ."

"اور نہ ثواب و عذاب کا تقرر ہوتا۔"

"وَلَا خَلَقْتُ جَنَّةً وَلَا نَارًا."

"اور نہ جنت کو پیدا کرتا اور نہ دوزخ کو۔"

"وَلَا شَمْسًا وَلَا قَمَرًا."

"اور نہ سورج کو پیدا کرتا، اور نہ چاند کو۔" (۱۰)

باعث تخلیق کائنات:

صحابی رسول حضرت سیدنا سلمان فارسی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ:

حضرت جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام حضور جان کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

"آپ کا رب عزوجل فرماتا ہے کہ اگر میں نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنا خلیل بنایا ہے تو آپ کو اپنا حبیب بنایا ہے، میری مخلوق میں آپ سے بڑھ کر میرے نزدیک کوئی بھی عزت والا نہیں۔"

"وَلَقَدْ خَلَقْتُ الدُّنْيَا وَ اَهْلَهَا لِاُعَرِّفَهُمْ كَرَامَتَكَ وَمَنْزِلَتَكَ عِنْدِي."

"میں نے دنیا اور دنیا والوں کو اس لیے پیدا کیا کہ ان کو آپ

۸: "جواہر البحار فی فضائل النبی المختار" جلد: ۳، ص: ۳۷۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان۔

۹: "حدائق بخشش" حصہ دوم صفحہ: ۷۲، ۷۳، مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد۔

۱۰: "جواہر البحار فی فضائل النبی المختار"، جلد: ۲، ص: ۴۳۶، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان۔ "جواہر البحار فی فضائل النبی المختار" من جواہر ابن حمزہ جلد: ۲، ص: ۸۶، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان۔

کے مقام و مرتبہ کی پہچان کراؤں اور بتاؤں کہ میرے نزدیک آپ کا مرتبہ کیا اور مقام ہے۔"

"وَلَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا۔"

"اور اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔"(۱۱)

کونین بنائے گئے سرکار کی خاطر:

مفسر قرآن علامہ اسماعیل حقی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ متوفی ہجری ۱۱۲۷ حدیث قدسی لکھتے ہیں کہ:

خالق مصطفی جل وعلا نے اپنے پیارے مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ارشاد فرمایا:

"لَوْلَاكَ يَا مُحَمَّدُ مَا خَلَقْتُ الْكَائِنَاتِ۔"

"اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر تم نہ ہوتے تو میں کائنات کو پیدا ہی نہ کرتا۔"(۱۲)

دوسرے الفاظ میں یوں ہیں۔(۱۳)

"لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ۔"

"محبوب پیارے! اگر تو نہ ہوتا میں ہفت افلاک کو بھی پیدا نہ کرتا۔"(۱۴)

نوٹ:

دیوبندی علماء کی بھی ایک کثیر تعداد نے حدیث لولاک یعنی مندرجہ بالا حدیث لکھی ہے، چند ایک حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔(۱۵)

اعتراض:

یہ حدیث تو موضوع ہے صغانی نے اسے موضوع قرار دیا ہے اور علامہ علی قاری نے لکھا ہے۔

جواب:

ہمارے پاس علامہ علی قاری علیہ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ کی کتاب کے تین نسخے ہیں، ایک عربی، ایک دیوبندی، ایک غیر مقلدین کا ترجمہ۔

آئیے ہم اصل عبارات و ترجمہ نقل کرتے ہیں جس سے حقیقت حال واضح ہو جائے گی، چنانچہ عظیم حنفی محدث علامہ علی قاری رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ لکھتے ہیں:

"لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ۔"

"قَالَ الصَّغَانِي: إِنَّهُ مَوْضُوعٌ كَذَا فِي (الخلاصة) لٰكِنْ مَعْنَاهُ صَحِيحٌ۔"(۱۶)

دیوبندی ترجمہ:

علامہ صغانی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ فرماتے ہیں اگر چہ یہ روایت موضوع ہے البتہ اس کا مضمون صحیح ہے۔(۱۷)

اہلحدیث ترجمہ:

"غانی کہتے ہیں کہ یہ موضوع ہے جیسا کہ خلاصہ میں ہے لیکن اس کا معنی صحیح ہے۔"(۱۸)

۱۱: "تاریخ دمشق الکبیر" جلد:۲، ص:۲۳۶، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان۔ "تہذیب تاریخ دمشق" جلد:۱، ص:۳۲۳، دار المسیرہ۔ "المواہب الدنیہ" جلد:۱، ص:۵۳، المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالی، فرید بکسٹال لاہور۔

۱۲: "جواہر البحار" جلد:۲، ص:۳۱۳، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان۔ "تفسیر روح البیان" جلد:۶، ص:۲۰۶، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان۔

۱۳: "روح البیان فی تفسیر القرآن" جلد:۹، ص:۴۹۴، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان۔

۱۴: روح البیان فی تفسیر القرآن، جلد ۱ ص ۱۲۶، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان۔ "مکتوبات امام ربانی" جلد:۲، دفتر:۳، رقم المکتوب، ۵۲۰، ۱۲۲، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔

۱۵: "فتاوی رشیدیہ" حصہ:۲، ص:۱۳۴، میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی، پاکستان۔ "الشہاب الثاقب" ص:۴۷، کتب خانہ رحیمیہ دیوبند، سہارن پور، بھارت۔ "براہین القاطعہ" افارات شاہ عبد الغنی بھاولپوری، مرتب حکیم محمد اختر، ص ۱۱۰، کتب خانہ مظہری کراچی۔

۱۶: "موضوعات کبیر" ص:۱۹۴، قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۱۷: "موضوع روایت" ص ۱۲۲، مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۱۸: "موضوعات کبیر اردو" ص:۲۱۵، نعمانی کتب خانہ لاہور۔

دیکھئے! ملا علی قاری حنفی رَحْمَۃُ اللہ تعالیٰ عَلَیْہِ کی کتاب کی مکمل عبارت مع ترجمہ آپ کے سامنے ہے۔

"اس میں صرف ایک علامہ صغانی جس کا نام بھی ذکر نہیں کیا، کے حوالے سے لکھا کہ وہ موضوع کہتے ہیں۔

بلکہ ملا علی قاری علیہ رَحْمَۃُ اللہ تعالیٰ عَلَیْہِ نے تو اس کا دفاع کیا اور کہا کہ معناً یہ صحیح ہے۔علامہ علی قاری نے اپنی دوسری کتابوں میں بھی صغانی کا قول ذکر کر کے اس حدیث کو معناً صحیح قرار دیا ہے، ملاحظہ ہو، علامہ علی قاری کی شرح شفا اور الزبدۃ العمدۃ۔

بلکہ علامہ علی قاری نے موضوعات کبیر میں اس کو معنوی طور پر صحیح قرار دے کر اس کی تائید میں حدیث مرفوع ذکر کی ہے، چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

"فَقَد روی الدَّیلمی عَن ابنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ عنہما، مَرفُوعاً۔"

اَتَانِیْ جِبرِیل فَقَالَ: یَامُحَمَّدُ! لَولَاکَ مَاخُلِقَتِ الجَنَّۃُ، وَلَولَاکَ مَا خُلِقَتِ النَّارُ۔ وَفِیْ روایۃِ ابنِ عَسَاکر لَولَاکَ مَا خُلِقَتِ الدُّنیا۔"(۱۹)

"نبی ﷺ نے فرمایا میرے پاس جبریل آیا اور کہا اے محمد ﷺ اگر آپ نہ ہوتے تو نہ میں جنت پیدا کرتا نہ دوزخ، ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔"(۲۰)

دیوبندی ترجمہ میں اس حدیث کو نکال دیا گیا ہے ملاحظہ ہو۔(۲۱)

میں کہتا ہوں کہ جن احادیث سے حدیث لولاک، کی تائید ہوتی ہے کیا معلوم صغانی کے کہنے پر ان کو ٹھکرا دیا جائے گا؟ تین روایات حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنْہُمَا کی اور ایک حدیث فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنْہُ والی۔

اور دیلمی نے حضرت ابن عباس کی روایت کو مرفوع قرار دیا ہے اور ملا علی قاری نے بھی اس کے مرفوع ہونے کو بیان کیا، اب مرفوع کسے کہتے ہیں؟ تو پڑھئے اس پر ضمناً دو حوالہ جات۔

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ:

"مرفوع" وہ حدیث ہے جس کی نسبت خاص طور پر حضور اکرم ﷺ کی طرف کی جائے اور آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور پر اس کا اطلاق نہ ہو، اور بعض نے کہا کہ، وہ روایت جس میں صحابی رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنْہُ نبی کل کائنات ﷺ کا فعل مبارک یا آپ ﷺ کا قول مبارک بیان کرے۔(۲۲)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رَحْمَۃُ اللہ تعالیٰ عَلَیْہِ نے فرمایا کہ:

"جس حدیث کی سند حضور اکرم ﷺ تک پہنچے وہ مرفوع ہے۔"(۲۳)

تو جس حدیث کی تائید حدیث اور حدیث مرفوع سے ہو رہی ہو اس کو موضوع قرار دینا اور یہ بھی صرف ایک صغانی کے کہنے پر، یہ کوئی علمی دیانت داری ہے نہ حدیث رسول سے وفاداری،

آیئے! ہم حضرت علی رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنْہُ سے مروی بھی ایک حدیث نقل کرتے ہیں، چنانچہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ اللہ کریم نے اپنے نبی عَلَیْہِ السَّلَام سے ارشاد فرمایا:

"یَامُحَمَّد! وَ عِزَّتِی وَ جَلَالِی لَولَاکَ مَا خَلَقتُ اَرضِی وَ سَمَائی، وَلَا رَفَعتُ ھٰذِہِ الخَضرَاءَ، وَلَا بَسَطتُ ھٰذِہِ الغبراء۔"

"اے محمد ﷺ! مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم، اگر تم نہ ہوتے تو نہ میں زمین کو پیدا کرتا اور نہ آسمان کو، نہ میں یہ چھت سجاتا اور نہ میں فرش زمین بچھاتا۔"

۱۹: "الاسرار المرفوعہ" فی احادیث الموضوعہ، ص: ۱۹۴، قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۲۰: "موضوعات کبیر اردو" ص: ۲۶۵، اہلحدیث ترجمہ، نعمانی کتب خانہ لاہور۔

۲۱: "موضوع روایات" ص: ۱۲۲، مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۲۲: "تدریب الروای" ص: ۹۴، قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۲۳: "مقدمہ اشعۃ اللمعات" جلد: ۱، ص: ۱۲۸، فرید بکسٹال لاہور۔

اسے شیخ الاسلام بلقینی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اپنے فتاویٰ میں عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن محمد بن احمد، ابوالقاسم بن طالب العزنی کے مولد سے اور ابن سبع اپنی کتاب ''شفاء الصدور'' میں حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے بیان کیا ہے۔(۲۴)

حدیث لولاک کو موضوع کہنے والے اور بن کریخ پا ہونے والے حضرات کی اس بات پر تبصرہ کرتے ہوئے شیخ الاسلام حضرت علامہ حافظ محمد انوار اللہ قادری چشتی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ صدر الصدور حیدرآباد دکن انڈیا لکھتے ہیں، یہاں معلوم کرنا چاہیے آج کل جو غل مچ رہا ہے کہ "لولاك لما خلقت الافلاك" حدیث موضوع ہے۔ یہ تسلیم بھی کیا جائے تو اہل جرح کو اس سے کیا فائدہ؟ زمین، دریا، جنت، دوزخ، ثواب، عقاب، جملہ آدمیوں کے جدّ بزرگوار بلکہ ساری دنیا جب بدولت آنحضرت ﷺ کے پیدا ہوئی تو افلاک کیا چیز ہیں؟ دیکھ لو! جنت، دوزخ بدولت آنحضرت ﷺ کے پیدا ہونے کی حدیث کو حاکم، دیلمی سبکی، بلقینی نے روایت کیا ہے، اور زمین و دریا پیدا ہونے کی حدیث کو ابن سبع اور عزفی نے اور دنیا طفیلی ہونے کی حدیث کا ابن عساکر نے، اور ثواب و عقاب کی حدیث کو ابن سبع و عزفی نے اور خلق آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی حدیث کو طبرانی، حاکم، بیہقی، ابن عساکر، ابو نعیم، ابوالشیخ بلقینی اور سبکی نے روایت کیا ہے۔(۲۵)

خود دیوبندی علماء بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ حدیث معناً صحیح ہے۔

مولوی خیر محمد جالندھری نے بھی لکھا ہے ملاحظہ ہو۔(۲۶)

مفتی محمود نے بھی تسلیم کیا ہے ملاحظہ ہو۔(۲۷)

مفتی عبدالحکیم سکھروی نے بھی اسے معناً صحیح تسلیم کیا ہے۔ ملاحظہ۔(۲۸)

معلوم ہوا کہ اس حدیث شریف کو لے کر موضوع کا ڈھنڈورا پیٹنے والوں کو کیا حاصل ہوگا، ہاں البتہ ان کے بغض باطنی کا اظہار ضرور ہوجائے گا کہ اس بہانے سے وہ عظمت مصطفیٰ کا انکار کرنا چاہتے ہیں۔

اعتراض:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ عزوجل ارشاد فرماتا ہے کہ میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے'' اور تم کہتے ہو کہ نبی پاک ﷺ کے لیے پیدا کیا ہے، تو تمہارا یہ موقف اور یہ احادیث مرفوع ہیں کیونکہ قرآن کریم کے معارض ہیں۔

جواب:

اس اعتراض کے کئی جوابات ہیں، سب سے پہلے ہم علامہ زرقانی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا جواب نقل کرتے ہیں، پھر ہم اپنے جوابات عرض کریں گے، چنانچہ علامہ زرقانی لکھتے ہیں کہ:

یہ احادیث قرآن کریم کی اس آیت:

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔"

کے خلاف نہیں ہے، اگر یہ بات ہے تو پھر وہ کتنے کثیر تعداد انسان اور جنات ہیں جو عبادت نہیں کرتے، تو کیا یہ اس آیت کے خلاف نہیں؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے، یہ آیت مومنین کے ساتھ خاص ہے اور احادیث مبارکہ پوری مخلوق کو شامل ہیں لہٰذا قرآن کے معارض نہیں ہیں۔(۲۹)

دوسرا جواب:

ایک ہوتی ہے علت غائیہ، اور ایک علت باعثہ، انسانوں اور جنات کو عبادت کے لیے پیدا کرنا علت غائیہ ہے یعنی ان کی تخلیق کی غرض و غایت عبادت خداوندی ہے، اور اس کا باعث ہے وجود با مسعود

۲۴: "زرقانی" مصابیح السیره المحمدیه، جلد:۱، ص:۸۲، دارالکتب العلمیه بیروت، لبنان۔ "سبل الهدیٰ والرشادفی سیره خیرالعباد" جلد:۱، ص:۷۵، دارالکتب العلمیه بیروت، لبنان۔

۲۵: "انوار احمدی" ص۵۴۔۵۳، النوریه الرضویه پبلشنگ کمپنی لاہور پاکستان۔

۲۶: "خیر الفتاوٰی" جلد:۱، ص:۲۶۷، مکتبه امدادیه ملتان۔

۲۷: "فتاوٰی محمودیه" جلد:۴، ص:۸۲، ۸۳، ۸۴۔

۲۸: "مقالات و مضامین مفتی عبدالحکیم سکھروی"، ص:۳۴۲، اداره معارف کراچی۔

۲۹: "مصابیح السیره المحمدیه" جلد:۱، ص:۸۱، دارالکتب العلمیه بیروت لبنان۔

صاحب مقام محمود و محبوب رب ودود، لہذا قرآن و سنت میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

تیسرا جواب:

ضروری نہیں کہ ایک کام کا ایک ہی سبب ہو، ایک کام کے دو سبب بھی ہو سکتے ہیں۔

اور تخلیق کائنات کے بھی دو سبب ہیں، غرض و غایت کے طور پر عبادت اور اس کا باعث بنی ذات مصطفی کریم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْم، ہم انسان بھی بعض اوقات ایسے کام کرتے ہیں کہ ان کے پیچھے ہمارے کئی اغراض و مقاصد ہوتے ہیں، تو جب انسان کے کسی کام کے دو مختلف سبب ہو سکتے ہیں تو اس رب العلمین واحسن الخالقین کے کسی فعل کے دو سبب کیوں نہیں ہو سکتے؟

اظہار ربوبیت اور شان احمدیت:

مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ حدیث قدسی نقل کرتے ہیں۔

"لَولَاكَ لَمَا اَظْهَرتُ الرُّبُوبِيَّةَ۔"

"اے محبوب! اگر تو نہ ہوتا تو میں اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا"(۳۰)

ہو سکتا ہے کہ کسی صاحب کی توحید جوش میں آئے اور وہ کہہ دے کہ جی ان احادیث کی حیثیت کیا ہے؟

یہ بھی موضوع ہے، تو ہم گزارش کریں گے کہ یہ حدیث حضور مجدد پاک نے نقل کی ہے اور مجدد پاک کی علمی جلالت مسلمہ ہے کہ ہم پھر اتمام حجت کے طور پر ایک دو حوالہ جات عرض کئے دیتے ہیں۔

دیوبندی مکتب فکر کے، مناظر، مولوی منظور نعمانی نے مجدد صاحب کے متعلق یوں لکھا ہے۔

امت کے ابتدائی دور میں اللہ تعالیٰ نے اپنے جن بندوں سے تجدیدی نوع کی خدمات لیں، ان ہی میں خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا کارنامہ بہت ممتاز ہے، اسی طرح اخیر دور میں (جس کا آغاز ہزارہ دوم، (الف ثانی) کے آغاز سے یعنی رسول اللہ ﷺ کی وفات پر ایک ہزار سال گزرنے کے بعد ہوتا ہے،) امام ربانی شیخ احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے دین کی تجدید و حفاظت اور احیاء شریعت کا جو کام ہمارے اس ملک میں ہی لیا وہ اسلام کی پوری تاریخ میں ایک خاص امتیازی شان رکھتا ہے اور اس وجہ سے ان کا لقب مجدد الف ثانی ایسا مشہور ہوگیا ہے کہ بہت سے لوگ ان کا نام بھی نہیں جانتے، صرف مجدد الف ثانی کے معروف لقب ہی سے ان کو پہنچانتے ہیں۔(۳۱)

مزید یوں لکھتا ہے:

"آپ سے پہلے جس قدر مجدد صدیوں کے گزرے ہیں کوئی مجدد، دین کے تمام شعبوں کا مجدد نہیں ہوا بلکہ خاص خاص شعبوں کے مجدد ہوتے رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ایک وقت میں کئی مجدد نظر آئے ہیں، کوئی علم وحدیث کا، کوئی فقہ کا، پھر اس میں بھی میں کوئی فقہ حنفی کا مجدد ہے، کوئی فقہ شافعی کا، کوئی علم کلام کا مجدد اور کوئی سلوک و احسان، لیکن یہ چیز اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کے لیے خاص رکھی کہ آپ دین کے تمام شعبوں کے مجدد ہیں۔"(۳۲)

دیوبندی مکتب فکر کے مفتی علامہ ولی حسن ٹونکی دیوبندی نے لکھا ہے:

راقم الحروف کی رائے سے اگر حضرت مجدد اپنے تجدیدی اور اصلاحی کارناموں سے ہندوستان کے مسلمانوں کی خدمت نہ فرماتے تو آج ہندوستان کے مسلمانوں کی وہی حالت ہوتی جو چین کے مسلمانوں کی ہے۔(۳۳)

دیوبندی مولوی روح اللہ غفوری نے حضرت مجدد پاک کے متعلق لکھا ہے:

۳۰: "مکتوبات امام ربانی" جلد:۲، دفتر:۳، مکتوب:۲۲۱، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔ "جواہر البحار" جلد:۲، ص:۲۵۵، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان۔

۳۱: "تذکرہ مجدد الف ثانی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ" ص:۲۰، دار الاشاعت کراچی۔

۳۲: "تذکرہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ" ص:۲۷۶۔

۳۳: "تذکرہ اولیاء پاک و ہند" ص:۱۳۹، بار اوّل دسمبر ۱۹۹۹، ادارہ اسلامیات لاہور۔

"حضرت خواجہ باقی باللہ رَحْمَۃُ اللہ تعالیٰ عَلَیْہِ ایک آفتاب ہیں کہ ہم جیسے ہزاروں ستارے اس کی روشنی میں گم ہو جائیں، آسمان کے نیچے ان کی نظیر نہیں، ان جیسے اس امت میں چند ہی بزرگ گزرے ہیں، جو آپ کی زیارت کرتا ہے بے اختیار کہتا ہے۔ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ۔" (۳۴)

امت کے جلیل القدر مجدد حدیث لکھ رہے کہ اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو رب کریم اظہار ربوبیت نہ فرماتا اور لوگوں کو افلاک کی پریشانی ہو رہی ہے۔

کنز مخفی اور شان مصطفوی:

رَبِّ محمد جل وعلا ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ۔"

"میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا پس مجھے محبت ہوئی کہ میں پہچانا جاؤں تو مخلوق کو پیدا کیا۔" (۳۵)

خالق کائنات نے اپنی پہچان کے لیے مخلوق کو پیدا کیا اور سب مخلوق میں سب سے قبل اپنے محبوب عَلَیْہِ السَّلَام کے نور اور روح کو پیدا فرمایا، انبیاء سے عالم ارواح میں عہد لیا، عالم ارواح میں محبوب عَلَیْہِ السَّلَام کی نبوت کے چرچے فرمائے، اور انبیاء کرام ورسولان عظام عَلَیْہِمُ السَّلَام، عارفین، کاملین، صالحین، صدیقین، بلکہ کل عالمین کو بتا دیا کہ:

ہر شے خدا نے بنائی اے سوہنے مدنی دے واسطے
دو جگ دی کھیڈ رچائی اے سوہنے مدنی دے واسطے

حضور شہنشاہ حسینان عالم ﷺ کی شان لولاک کا تذکرہ کرتے ہوئے امام بوصیری عرض کرتے ہیں:

"وَکَیْفَ تَدْعُوا اِلَی الدُّنْیَا ضَرُوْرَۃُ مَنْ لَوْلَا لَمْ تَخْرُجِ الدُّنْیَا مِنَ الْعَدَمِ۔"

کیا کرے مائل ضرورت ان کو دنیا کی طرف
گر نہ ہوتے آپ تو دنیا بھی کالعدم ہوتی

حضرت شیخ سعدی رَحْمَۃُ اللہ تعالیٰ عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

ترا عز لولاک تمکین بس است
ثنائے تو طٰہٰ، و یٰسین بس است

"آپ کو بطور مرتبہ عزت لولاک کافی ہے۔ آپ کی تعریف میں طٰہٰ و یٰسین کافی ہے۔"

امام اہلسنت امام عشق ومحبت تاجدار بریلی امام احمد رضا خاں رَحْمَۃُ اللہ تعالیٰ عَلَیْہِ کیا خوب لکھتے ہیں:

ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منیٰ
لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

اقبال سہل نے کہا ہے:

کتاب فطرت کے سر ورق پر جو نام احمد رقم نہ ہوتا
تو نقش ہستی ابھر نہ سکتا، وجود لوح وقلم نہ ہوتا
نہ روئے حق سے نقاب اٹھتا نہ ظلمتوں سے حجاب اٹھتا
فروغ بخش نگاہ عرفاں اگر چراغ حرم نہ ہوتا

ظفر علی خاں نے کہا:

گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں نہ یہ نور نہ ہو سیاروں میں

شورش کاشمیری دیوبندی کہتا ہے:

جب دوش پہ گیسو کھلتے ہیں واللیل کی شرحیں ہوتی ہیں
لولاک لما کے سانچے میں اک نور مجسم ڈھل کے رہا

مولوی طالوت دیوبندی کہتا ہے:

ادب سے سر جھکاؤ مالک لولاک آتے ہیں
ردائے، انما اوڑھے نبی پاک آتے ہیں (۳۶)

۳۴: "بزرگان نقشبندیہ کو خواب میں زیارت نبی ﷺ" ص: ۱۴، اشاعت دوم جنوری ۲۰۱۰ء، مکتبہ عمر فاروق کراچی۔

۳۵: "تفسیر روح البیان" جلد: ۶، ص: ۲۱، تحت الایہ سورۃ الحج ۲۲، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان۔ "جواہر البحار فی فضائل النبی المختار" جلد: ۳، ص: ۲۷۵، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان۔

۳۶: "ماہنامہ حق چاریار" جلد: ۳، شمارہ ربیع الاول: ۱۴۱۱، بمطابق اکتوبر ۱۹۹۰ء۔

راہِ حق میں مشکلات

حافظ محمد عمران

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

"وَیُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِالۡقَوۡلِ الثَّابِتِ۔"

"ثابت قدم رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو حق بات پر۔"

ستارے ڈوبنا، شبنم کا رونا، شمع کا بجھنا
بہت سے مرحلے ہیں صبح کے ہنگام سے پہلے

یہ حقیقت ہے کہ پھول اسی کا مقدر بنتے ہیں جس نے کانٹوں سے اپنے ہاتھوں کو لہولہان کیا ہو، موتی وہی چنتا ہے جس نے سمندر کی گہرائی میں غوطہ خوری کی ہو، تخت مصر اسے ہی ملتا ہے جس نے بھائیوں کی بے دردیوں اور جیل کی مشکلات کو سہا اور سلیمان منی کا مقام رفیع اسے ہی ملتا ہے جس نے در در کی ٹھوکریں کھائی ہوں۔ ویسے ہی منصب رفیع اور قرب الٰہی اسے ہی ملتا ہے جس نے راہِ حق میں مصائب و آلام کا سامنا کیا ہو۔

متلاشیانِ حق کی فہرست میں ایک ہستی حضرت عبداللہ بن حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ ہیں۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کو رومیوں نے قید کرلیا اور اپنے سردار کے پاس لے آئے۔ اس نے آپ کو کہا کہ عیسائی بن جاؤ میں تمہیں اپنی حکومت میں سے حصہ دوں گا اور اپنی بیٹی کا رشتہ بھی دوں گا۔

آپ نے فرمایا:

"لَوۡ اَعۡطَیۡتَنِیۡ جَمِیۡعَ مَا تَمۡلِكُ وَجَمِیۡعَ مَا تَمۡلِكُہُ الۡعَرَبُ عَلٰی اَنۡ اَرۡجِعَ عَنۡ دِیۡنِ مُحَمَّدٍ طَرۡفَةَ عَیۡنٍ مَا قَبِلۡتُ۔"

"یعنی تو مجھے اپنی ساری دولت اور جائیداد اور سارے اہل عرب کی دولت اس شرط پر دے کہ میں ایک لمحہ کی لئے بھی اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے دست کش ہو جاؤں تو پھر بھی میں قبول نہیں کروں گا۔"

اس نے دھمکی دی کہ میں تمہیں قتل کردوں گا آپ نے فرمایا بصد خوشی، اس نے آپ کو سولی پر لٹکانے کا حکم دیا اور تیر اندازوں کو کہا کہ ان کے ہاتھوں اور پاؤں پر آہستہ آہستہ چوٹیں لگاؤ۔ انہوں نے ایسا کرنا شروع کیا اور اس نے پھر عیسائیت قبول کرنے کی پیش کش کی۔ آپ نے انکار کردیا، پھر اس نے سولی سے اتارنے کا حکم دیا۔ پھر ایک تانبے کی دیگ کو آگ پر تپایا گیا اور ایک مسلمان قیدی کو حضرت عبداللہ کے سامنے اس میں پھینک دیا گیا اور اسنے وہیں تڑپ کر جان دے دی۔ اس دھمکی کے بعد پھر اس نے کوشش کی کہ یہ عیسائیت قبول کریں۔ آپ انکار کرتے رہے، آخر انہیں دیگ میں پھینکنے کا حکم دیا گیا۔ جب جلاد انہیں اٹھا کر اس تپتی ہوئی دیگ کی طرف لے جارہے تھے تو ثبات واستقامت کے اس پہاڑ میں اضطراب کی ہلکی سی جھلک نہ تھی۔ جب دیگ کے کنارے پہنچے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔

بادشاہ کو خیال آیا کہ شاید اب اسلام کو چھوڑ کر میرا مذہب قبول کرلیں گے۔ اس لئے واپس لانے کا حکم دیا۔ رونے کی وجہ پوچھی آپ نے فرمایا میں اس لئے رو پڑا تھا کہ میری ایک جان ہے جسے رضائے الٰہی کے لئے ایک دیگ میں ڈالا جارہا ہے۔ کاش میرے پاس اتنی جانیں ہوتیں جتنے میرے جسم پر بال ہیں اور میں سب کو اپنے

رب کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے اس عذاب میں ڈال دیتا۔ بادشاہ نے آپ کو قید کردیا اور کھانا پینا بند کردیا۔ کافی دن بھوکا پیاسا رکھنے کے بعد کچھ شراب اور کچھ خنزیر کا گوشت ان کی طرف بھیجا لیکن آپ نے ہاتھ تک نہ لگایا۔ بادشاہ نے پھر اپنے دربار میں طلب کیا اور نہ کھانے کی وجہ پوچھی۔

آپ نے فرمایا:

''حالت اضطرار میں اگرچہ اس کا استعمال حرام نہیں لیکن میں تجھے یہ موقع نہیں دینا چاہتا تھا کہ تو میرے ایمان کی کمزوری کے باعث اظہارِ خوشی کرے۔

متلاشیانِ راہِ حق میں حضرت عمار بن یاسر اور آپ کے والدین بھی ہیں جنہیں راہِ حق میں مشکلات و مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔

ایک دفعہ کفار نے آپ کو، آپ کے والد یاسر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اور آپ کی والدہ حضرت سمیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو پکڑ لیا۔ انہیں طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں تاکہ وہ اسلام سے دستبردار ہوجائیں لیکن بے سود۔

آخر انہوں نے حضرت سمیہ کی ایک ٹانگ ایک اونٹ سے اور دوسری ٹانگ دوسرے اونٹ سے باندھ دی اور ابوجہل نے ان کے اندام نہانی میں نیزہ مارا اور دونوں اونٹوں کو مختلف سمتوں میں دوڑایا۔ یہاں تک کہ چر کر آپ کے بدن کے دو حصے ہوگئے۔

یہ پہلی شہیدہ اسلام تھیں جنھوں نے اپنی جان راہِ خدا میں دی۔ پھر حضرت یاسر کو بھی پکڑا اور انکو بھی بڑی بے دردی کیساتھ قتل کردیا۔

ان راہِ حق کے مسافروں نے اپنی قیمتی جانیں تو رب تعالیٰ کے حوالے کردیں لیکن راہِ حق سے سرِ مو انحراف نہیں کیا۔

راہِ خدا کے مسافر حضرت صہیب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہجرت کے ارادہ سے مکہ سے نکلے تھے۔ کفار نے آگھیرا اور راستہ روک لیا۔ آپ نے انہیں فرمایا:

''میرا سامان لے لو، اور مجھے مدینہ جانے سے نہ روکو۔''

کافر اس پر رضامند ہوگئے اور مردِ حق پرست جب اپنی زندگی کا سارا اندوختہ لٹا کر محبوب رب العالمین کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو جبرائیل امین یہ آیت لے کر اترے:

''وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡرِىۡ نَفۡسَهُ ابۡتِغَآءَ ..''

''اور کوئی آدمی اپنی جان بیچتا ہے اللہ کی مرضی چاہنے میں۔''

("کنزالایمان"۔)

تیری منزل پہ پہنچنا کوئی آسان نہ تھا
سرحدِ عقل سے گزرے تو یہاں تک پہنچے

راہِ حق میں سرگرداں شخصیتوں میں سے ایک شخصیت حضرت امام شافعی ہیں۔ آپ اپنے ابتدائی زندگی کے حالات بتاتے ہیں کہ:

''میں یتیم بچہ تھا، والدہ ماجدہ نے مدرسہ میں داخل کرادیا، لیکن گھر میں اتنا بھی نہ تھا کہ استاد کی خدمت کی جاتی۔ خوش قسمتی سے استاد اس بات پر راضی ہوگئے کہ جب باہر تشریف لے جائیں گے میں لڑکوں کی نگرانی کیا کروں گا۔ اس طرح جب میں قرآن کی تعلیم مکمل کرچکا تو علماء کے حلقوں میں حاضری دینے لگا جو حدیث یا مسئلہ سن لیتا فوراً یاد کرلیتا۔ والدہ محترمہ اس قدر غریب تھیں کہ کاغذ کی قیمت بھی مہیا نہ کرسکتی تھیں، مجبوراً چکنی ہڈیاں تلاش کرتا۔ اگر کوئی ہڈی دستیاب ہوجاتی تو اس پر سبق لکھنا شروع کردیتا۔ جب وہ تحریر سے بھر جاتی تو اسے گھر کے ایک گھڑے میں محفوظ کرلیتا۔ اسی طرح تعلیم چل رہی تھی کہ اتفاق سے یمن کا گورنر مکہ مکرمہ آیا، بعض قریشیوں نے اسکے ہاں میری سفارش کی کہ مجھے کوئی کام سونپ دے۔ وہ کام دینے پر راضی ہوگیا لیکن والدہ محترمہ کے پاس اتنی گنجائش کہاں تھی؟ انہوں نے اپنی چادر رہن رکھ کر سولہ دینار میرے حوالے کردیئے۔''

مندرجہ بالا مضمون سے یہ سبق ملا کہ طالب راہِ حق کو راستے کے پیچ و خم نشیب و فراز، پیش آنے والی دشواریاں، منزل سے دل برداشتہ کردینے والے مرحلے پیش آئیں گے۔ مسافر راہِ حق کو کٹھن اور طویل راہ کو طے کرنے کیلئے صبر، توکل، تقویٰ اور عالی حوصلگی کی ضرورت ہوگی۔

عقیق سو بار کٹا پھر نگیں ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
یا اللہ جل جلالہ
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر رحمت سے ونحو کے شائقین کیلئے سنہری موقع
الجامعة الاشرفية گجرات میں سابقہ دورہ صرف ونحو کے تسلسل کو جاری رکھتے ہوئے
دورۂ صرف ونحو
زیرسرپرستی
شیخ الحدیث والتفسیر مفتی اعظم پاکستان،
حضور خواجہ پیر مفتی محدث محمد اشرف القادری نیک آبادی
مرکزی سجادہ نشین خانقاہ قادریہ عالمیہ نیک آباد
زیرسایہ
امام الصرف والنحو، یادگار اسلاف،
حضرت مولانا ہاشم نوری
بصیرپوری
ابتداء
14 مئی بروز ہفتہ
اختتام
16 جون بروز جمعرات
کلاس ٹائم
صبح 9 تا 1 بجے
مدرسین
"الجامعة الاشرفية" کے اساتذہ اور امام الصرف والنحو کے شاگرد انہیں کے طریقہ اور انداز میں ان شاءاللہ تدریس کے فرائض سرانجام دینگے۔
نوٹ
جو طالب علم میزان الصرف اور نحو میر یا انکے متبادل پڑھے ہوئے ہوں، وہ "الجامعة الاشرفية" میں رابطہ کرکے داخلہ فارم حاصل کریں۔
"قرآن پاک" سے صیغوں اور تراکیب کی مشق کرائی جائے گی۔ نیز نایاب اور مشکل صیغوں اور تراکیب کا حل قواعد ونکات کے ذریعے بتایا جائیگا۔
الداعی الی الخیر
صاحبزادہ پیر محمد عبداللہ جیلانی قادری ناظم اعلیٰ "الجامعة الاشرفية" گجرات، نائب مرکزی سجادہ نشین خانقاہ قادریہ عالمیہ نیک آباد
رابطہ: 053.3525149-0300.6203388-0332.8375157-0333.8436514

Monthly Ahl-e-Sunnat International
Gujrat - Pakistan
Regd. No. CPL 73
www.qadriaashrafia.org
Mob:0333.8403147

دعوتِ خیر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

محبی ومحبِّ غوث الاعظم! .... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امید ہے کہ آپکے مزاج بخیر ہونگے۔

الجامعۃ الاشرفیۃ (علی مسجد کیمپس)

- بفضلہٖ تعالیٰ خانقاہ قادریہ عالمیہ کے زیرِ اہتمام "الجامعۃ الاشرفیۃ" کا قیام رجب ۱۴۲۵ھ/ستمبر ۲۰۰۴ء میں ہوا۔
- اِس وقت جامعہ میں طلبہ کیلئے شعبۂ درسِ نظامی قدیم وجدید مع دورۂ حدیث (مساوی ایم اے عربی وایم اے اِسلامیات) اور مرکزی دارالافتاء سمیت 16/15 شعبے سرگرمِ عمل ہیں۔
- مختلف شعبوں سے فارغ التحصیل طلبہ وطالبات کی مجموعی تعداد 1800 سے زیادہ ہے۔
- اَساتذہ وملازمین کی تعداد 24 ہے۔
- جامعہ کا ریگولر ماہانہ خرچہ قریباً پانچ لاکھ (500,000) روپے ہے۔
- ایک ہال اور پچیس کمروں پر مشتمل دومنزلہ بلڈنگ طلبہ وجامعہ کی دینی وعلمی سرگرمیوں کیلئے سخت تنگ ہوچکی ہے۔

الجامعۃ الاشرفیۃ (نیک نگر کیمپس)

- "الجامعۃ الاشرفیۃ" نیو کیمپس نیک نگر شریف (برلبِ نہر سارو کی، نیک نگر روڈ، لنک سرگودھا روڈ، گجرات، پاکستان) جہاں ایک مثالی اور وسیع ترین اور پرشکوہ مسجد، ایک ہزار طلباء اور ایک ہزار طالبات کیلئے الگ الگ خوبصورت کلاس رومز اور ہاسٹل، قرآن محل، ہسپتال، اسلامیہ سکول، عظیم تر لائبریری، بلڈنگ برائے ادارۂ تحقیق وترجمہ وتصنیف کی 47 کنال زمین پر تعمیر شروع ہوچکی ہے۔ جس کا آغاز مسجد سے کیا گیا ہے۔

جامع مسجد وعیدگاہ قطبُ الاولیاء

- صرف مسجد کیلئے ایک ایکڑ جگہ مختص کی گئی ہے، جس میں ساڑھے چار کنال پر مسجد تعمیر کی جارہی ہے۔ مسجد کے 16 گنبد اور چار مینار ہونگے۔ ہر مینار 125 فٹ اونچا ہوگا، جبکہ چاروں میناروں میں سیڑھیاں بھی ہونگی۔ مسجد کے تین مرکزی داخلے (Entrances) ہیں۔ مسجد میں 3500 نمازیوں کی گنجائش ہوگی۔ مسجد کی عمارت مضبوطی، وسعت، اور خوبصورتی میں اپنی مثال آپ ہوگی انشاءاللہ تعالیٰ۔ مسجد کی بنیاد کا کام تقریباً پچانوے فیصد ہوچکا ہے، جس پر ایک کروڑ اسی لاکھ روپے خرچ ہوچکے ہیں۔ مسجد کی تعمیر کے سلسلے میں جامعہ 2,500,000 روپے کا مقروض ہوچکا ہے۔

اس پرشکوہ مسجد کی تعمیر وتکمیل کیلئے 20 کروڑ (200,000,000) روپے فوری درکار ہیں۔

- اپنی پاکیزہ کمائی میں سے بیش بہا عطیات دے کر صدقۂ جاریہ کا ثواب حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ جنت میں اپنا گھر بنوایئے! "جس نے اللہ کیلئے مسجد بنائی، اللہ تعالیٰ اُسکے لئے جنت میں گھر بناتا ہے۔" (حدیثِ نبوی)
- **نیز زکوٰۃ، چرم قربانی، فطرانہ، خیرات وصدقات اور فراخدلانہ عطیات کے ذریعے جامعہ کی پرزور امداد فرمایئے!**

آپ کا رب جلّ جلالہٗ فرماتا ہے: "اور اگر دین کے کام میں تم سے مدد چاہیں تو تم پر مدد کرنا فرض ہے۔" (القرآن)

زکوٰۃ وفطرانہ اس نمبر میں جمع کرایئے!:
11700008391003
حبیب بنک لمیٹڈ نارووالی برانچ سرگودھا روڈ، گجرات پاکستان

دیگر عطیات، چندہ، اور خیرات اس نمبر میں جمع کرایئے!:
0504502421001561
مسلم کمرشل بنک لمیٹڈ سرگودھا روڈ برانچ گجرات پاکستان

الملتمس: (خواجہ پیر) مفتی محمد اشرف القادری
مرکزی سجادہ نشین خانقاہ قادریہ عالمیہ نیک آباد
بانی ومہتمم اعلیٰ "الجامعۃ الاشرفیۃ" گجرات
Ph:0321-6211870,0321-6209101,0333-8403147,0324-9763787